ماہنامہ نصرۃ العلوم، جون ۲۰۲۳ء

[جلد ۲۸، شمارہ ۶]

::: فہرست :::

عنوانات	رشحات قلم	صفحہ
۱۔ حالات وواقعات	مولانا زاہد الراشدی	۲
۲۔ قربانی، ذریعۂ تقرب الٰہی	مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ	۵
۳۔ شوقِ مطالعہ	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۱۶
۴۔ گوشت خوری: مذہب اور قانونِ فطرت کی روشنی میں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۱
۵۔ حج کے لوازمات اور ترغیب	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۲۷
۶۔ حکمت وبصیرت: گفتگو کا اہم اور بنیادی اسلوب	مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری	۳۵
۷۔ ایمان بالغیب کی مختلف صورتیں	مولانا زاہد الراشدی	۳۸
۸۔ وفیات	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۴۷
۹۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!	مولانا محمد فیاض خان سواتی	ٹائٹل ص ۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم --- ❁ --- مولانا محمد فیاض خان سواتی

اناللہ وانا الیہ راجعون!

ماہنامہ نصرۃ العلوم (جون۲۰۲۳ء) طباعت کے مراحل میں تھا کہ اچانک برادرِ صغیر عزیزم صوفی محمد ریاض خان سواتی نوراللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ ناظم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا بروز اتوار صبح ساڑھے سات بجے ۷ ذیقعدہ ۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۸ مئی ۲۰۲۳ء کو بعارضہ قلب چند ایام علالت کے بعد انتقال ہو گیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل شیئ عندہ باجل مسمیٰ۔

اس کی نمازِ جنازہ ایک جمِ غفیر نے جامع مسجد نور، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں رات نو بجے نمازِ عشاء کے متصل بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کی امامت میں ادا کی۔

سارا خاندان ابھی اسی صدمہ میں ہے، تعزیت والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، اور دماغ بھی ابھی لکھنے کی کیفیت میں نہیں ہے، اللہ کریم نے موقع دیا تو کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا، ان شاء اللہ العزیز، مختصر یہ کہ

ؔ جو زندہ ہے، وہ موت کے آلام سہے گا
جب احمد مرسل نہ رہے، کون زندہ رہے گا

بندہ فقیر اپنے تمام متعلقین کا اپنی طرف سے اور تمام خاندانِ سواتی کی طرف سے تہہ دل سے شکریہ اداء کرتا ہے، جنھوں نے بھائی کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور بالمشافہہ یا فون اور پیغام یا کسی بھی ذریعہ سے غم واندوہ کی ان گھڑیوں میں تعزیت، دعا اور ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، اللہ کریم سب کو اجرِ جزیل سے نوازے، آمین۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالات وواقعات

مولانا زاہدالراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

’’تجدید‘‘ اور ’’تجدد‘‘ میں بنیادی فرق

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ ’’تجدید‘‘ اور ’’تجدد‘‘ میں کیا فرق ہے اور ’’متجدد‘‘ کسے کہتے ہیں؟ بہت سے ذہنوں میں یہ سوال موجود ہے اس لیے آج کی صحبت میں اس کا تھوڑا سا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تجدید اور مجدد کی اصطلاح تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی سے لی گئی ہے جس میں یہ پیش گوئی فرمائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے آغاز پر ایک مجدد بھیجے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔ جبکہ تجدید کا معنٰی علماء امت کے ہاں یہ معروف چلا آرہا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سوسائٹی اور افراد کے اعمال و اقدار میں غیر محسوس طریقہ سے کچھ اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں، جس طرح کھیت اور باغ میں کچھ خودرو پود پیدا ہوتے رہتے ہیں جنہیں وقفہ وقفہ سے تلف کر کے چھانٹی کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح ازخود اعمال وروایات کا حصہ بن جانے والی رسوم و بدعات کی نفی کر کے دین کی اصلی حیثیت اور ڈھانچے کو نکھارنے کا کام مجدد کے ذریعہ لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تکوینی طور پر اس کا اہتمام فرماتے ہیں۔ مجدد پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے باقاعدہ مبعوث کیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی نیک اور عالم بندے کو ایسی صلاحیت، فراست اور توفیق سے بہرہ ور کر دیتے ہیں جو یہ خدمت سرانجام دیتا ہے اور اس کی محنت اور جدوجہد سے اسے پہچان کر مجدد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہر دور میں ایسی صفات وتوفیق کے حامل بزرگ موجود رہے ہیں اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو مجددین کا اولین سرخیل کہا جاتا ہے اور ان کے کاموں سے تجدید کی ماہیت و ضرورت کو باآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں برصغیر میں اکبر بادشاہ کو جب مجدد اعظم اور مجتہد اعظم کا لقب دے کر اس سے دین کے پورے ڈھانچے کی ’’ری کنسٹرکشن‘‘ کی درخواست کی گئی تو اس کے ساتھ یہ تصور بھی شامل تھا کہ دین اسلام کی پرانی تعبیر وتشریح کو ایک ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس لیے اگلے ہزار سال کے لیے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نئی تعبیر وتشریح کے ساتھ دین کے نئے ڈھانچے کی تشکیل ضروری ہوگئی ہے جو اکبر بادشاہ نے ''دین الٰہی'' کے نام سے پیش کی۔ جبکہ اس مکروفریب کے تاروپود کو بکھیرنے میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے مسلسل محنت کر کے فقہ و شریعت کی اصل روایت کو باقی رکھنے کی کامیاب جدوجہد کی۔ اس پس منظر میں انہیں مجدد الف ثانیؒ کا خطاب دیا گیا کہ اگلے ہزار سال میں بھی اکبر بادشاہ کی پیش کردہ تعبیر وتشریح کی بجائے وہی پرانی اجماعی اور متوارث تعبیر و تشریح ہی چلے گی جس کی نمائندگی شیخ احمد سرہندیؒ کر رہے ہیں اور اب تک عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے۔

مجدد کے کام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ دینی عبادات اور معاملات و روایات میں زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جن رسوم ورواجات کا اضافہ ہو جاتا ہے ان کی کانٹ چھانٹ کر کے اصل عبادت و روایت کو پھر سے سامنے لے آئے۔ جبکہ دوسرا کام وہ یہ کرتا ہے کہ زمانہ کے ارتقاء اور تغیر کے باعث جو نئی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں ان کا اجتہاد کے مسلمہ اصولوں کے دائرے میں شرعی حل پیش کر کے ماضی اور حال کا رشتہ جوڑ دے۔ گویا وہ مجدد اور مجتہد کے دونوں فریضے سرانجام دیتا ہے۔ چنانچہ امت میں اس درجہ کے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد تاریخ میں مذکور ہے جن سے قدرت نے یہ کام لیا ہے۔ وہ ہر دور میں موجود و متحرک رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

مجدد ماضی کے علمی ذخیرہ سے انحراف نہیں کرتا اور نہ ہی پہلے سے چلے آنے والے مسلمہ فقہی اصولوں سے بغاوت کرتا ہے۔ بلکہ وہ جدید رجحانات کو بھی ان کے دائرے میں واپس لے جانے کی محنت کرتا ہے اور ماضی کی علمی و فقہی روایت سے رشتہ توڑنے کی بجائے اس رشتہ اور تسلسل کو قائم رکھنا ہی اس کی تگ ودو کا سب سے بڑا ہدف ہوتا ہے۔ اب تک امت میں جن بزرگوں کو مجددین کی فہرست میں مسلمہ طور پر شامل سمجھا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کی محنت کا فرداً فرداً جائزہ لیا جائے تو بھی سب کی محنت کا ایک ہی محور دکھائی دے گا کہ حال کو ماضی سے جوڑ کر رکھا جائے۔

''تجدید'' کا معنٰی موجود چیز کو نئے اسلوب میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں معاہدہ کی تجدید کی گئی ہے یعنی معاہدہ پہلے سے موجود ہے، اس میں جزوی ردوبدل تو معاہدے کے مجموعی ماحول کو ملحوظ رکھتے ہوئے کر لیا جاتا ہے لیکن بنیادی ڈھانچے کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر بنیادی ڈھانچہ ہی بدل دیا جائے تو اسے معاہدہ کی تجدید سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ نیا معاہدہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح تجدید کا یہ عمل بھی ہے کہ ماضی کے مسلمہ علمی اور فقہی اصولوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے دائرے میں رہ کر مسائل واحکام کی زمانہ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضروریات کے تحت تعبیر وتشریح کی جاتی ہے۔ لیکن اگر ماضی کی مسلمہ علمی روایات اور متفقہ فقہی اصولوں سے انحراف کر کے اور ان کا لحاظ رکھے بغیر دین کے احکام وقوانین کی نئی تعبیر وتشریح کی جائے گی تو یہ ''تجدید'' نہیں ہوگی بلکہ ''تجدد'' کہلائے گی۔ چونکہ تجدد کے لفظی معنٰی میں تکلف وتصنع پایا جاتا ہے اس لیے اس عمل کے لیے یہ لفظ زیادہ موزوں سمجھا گیا ہے کہ اس کی حیثیت ''تکلف بے جا'' سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ تجدد کی بڑی علامت یہ ہے کہ اس میں ماضی کی مسلمہ علمی روایت اور فقہی اصولوں کو نظر انداز کر کے نئے خود ساختہ اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور جس دور میں یہ کام کیا جا رہا ہوتا ہے اس زمانے کے جمہور علماء کو اعتماد میں لیے بغیر بلکہ ان کی نفی وتحقیر کے ماحول میں اس عمل کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ تجدید میں مسلمہ فقہی اصولوں اور اپنے دور کے جمہور علماء کو اعتماد میں لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس اعتماد کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے یا کسی عمل کے صحیح ہونے پر اسے جمہور علماء کا اعتماد حاصل ہو جائے، نتیجے کے حوالہ سے دونوں صورتیں یکساں ہیں لیکن یہ کسی بھی دینی تعبیر کے قابل قبول ہونے کے لیے بہر حال ضروری ہے۔ ان دونوں کی عملی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اورنگزیب عالمگیرؒ نے اپنے دور میں مروجہ فقہ کے پورے ڈھانچے پر نظر ثانی کی تھی جس کے نتیجے میں ''فتاوٰی ہندیہ'' کا بے مثال علمی ذخیرہ سامنے آیا تھا اور وہ ملک کے دستور وقانون کے طور پر رائج بھی ہوا تھا۔ فقہ حنفی پر یہ مکمل نظر ثانی ماضی کے مسلمہ فقہی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے وقت کے جمہور علماء کو اعتماد میں لے کر کی گئی تھی اس لیے یہ ''تجدید'' تھی۔ جبکہ اسی اورنگزیب عالمگیر کے پردادا اکبر بادشاہ نے شرعی عقائد واحکام کی تشکیل نو مسلمہ علمی وفقہی اصولوں اور وقت کے جمہور علماء کرام کی نفی کر کے کی تھی بلکہ ماضی اور حال کے علماء وفقہاء کی تحقیر اور ان کے ساتھ استہزاء وطنز بھی اس عمل کا مربوط حصہ تھا اس لیے وہ ''تجدد'' تھا۔

تجدید اور تجدد کے فرق کو سمجھنے کے لیے اکبر بادشاہ اور اورنگزیب عالمگیرؒ کی ان کاوشوں کا تقابلی مطالعہ کر لینا کافی ہے۔ یہ پردادا اور پڑپوتا دونوں اپنے اپنے وقت کے عظیم حکمران تھے اور میرے خیال میں دونوں کی ''علمی روایات'' کا تسلسل اب تک جاری ہے بلکہ اب تو زیادہ ہی نمایاں ہوتا جا رہا ہے۔ البتہ امت کا سواد اعظم چونکہ قرآن کریم، سنت رسولؐ، صحابہ کرامؓ، فقہائے عظامؒ اور اولیائے امتؒ کے ساتھ جذباتی اور فکری دونوں حوالوں سے بے لچک وابستگی رکھتا ہے اس لیے ماضی کی طرح اب بھی ''تجدد'' کے کسی عمل کا امت میں قبول عام حاصل کرنے کا سرے سے کوئی امکان نہیں ہے، فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- s --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

قربانی، ذریعۂ تقربِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا، وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ، قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ o (الانعام۔۱٦۲تا۱٦۴)

محترم حاضرین وبرادرانِ اسلام!

حرفِ اوّل

اس وقت میں نے آپ کے سامنے سورۃ الانعام کی یہ آیات مبارکہ تلاوت کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیمیہ، صراط مستقیم، دینِ اسلام کا بنیادی اعتقاد اور مسئلہ توحید سمجھایا ہے، ضمناً نماز، اور قربانی کا مسئلہ بھی سمجھایا ہے، شرک کی تردید فرمائی ہے اور اللہ کی ربوبیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں آپ کے سامنے ان آیات کی روشنی میں قربانی کے بارے میں مختصر طور پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، پہلے قربانی کی حکمت اور اس کی اہمیت کا ذکر ہوگا، اور پھر روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل کا تذکرہ ہوگا۔

صراط مستقیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا ہے قُل آپ کہہ دیں، اعلان کردیں اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ میرے پروردگار نے صراط مستقیم کی طرف میری راہنمائی فرمائی ہے، دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا حقیقت میں یہ ملتِ ابراہیمیہ کا مضبوط دین ہے، وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور آپ شرک کرنے والوں میں نہیں تھے۔ دین کی مضبوطی پاک اصولوں اور بااعتبار دلائل کی وجہ سے ہوتی ہے، یہ ایسے مضبوط اصول ہیں جن کو غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا، نہ ان میں کوئی خرابی یا نقص وعیب والی بات نکالی جا سکتی ہے، یہ اصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی نازل کئے گئے ہیں اور انسانی سوچ سے بالاتر ہیں، اللہ تعالیٰ نے اِن اصولوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے، سب سے پہلے صاحبِ وحی خود ان پر عمل کرتا ہے اور پھر دوسرے لوگوں کو عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے، خصوصاً اللہ جل شانہ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلان کروایا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف ۔۱۰۸) آپ کہہ دیں کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں خدا کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر میں بھی اور میرے پیروکار بھی، خدا پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ میرے دل میں بالکل یقین اور روشنی ہے اور ہمارے پیروکار بھی ایسے ہیں، اِن میں بھی بصیرت پائی جاتی ہے گویا ہمیں اپنے دین اور اس کے اصولوں کے بارے میں پوری بصیرت حاصل ہے۔ یہ اصول کسی خاص قوم، خاندان، قبیلہ یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ ایسے پائیدار اور مضبوط اصول ہیں کہ اِن میں پوری انسانیت کی راہنمائی کا سامان پایا جاتا ہے۔ یہ پوری بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں، یہ اصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضبوط دلائل اور پاکیزہ اصولوں کے ساتھ نازل ہوئے ہیں اور اِن میں کوئی نقص، عیب یا کمزوری نہیں پائی جاتی، اسی لئے تلاوت کردہ آیت میں فرمایا اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی فرمائی ہے۔

صراط مستقیم اور ملتِ ابراہیمیہ کا ایک ہی مطلب ہے۔ ابراہیم حنیف تھے اور وہ جلی، خفی، ذات، صفات، نذر و نیاز، اختیار، تصرف، اللہ کے علم اور قدرت میں غرضیکہ کسی بھی چیز میں اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے تھے بلکہ شرک سے بیزاری کا اعلان کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام جس ملت کی پیروی کرتے تھے، اسی کو اللہ نے صراط مستقیم قرار دیا ہے اور نبی آخر الزمان کی راہنمائی بھی اسی صراط مستقیم کی طرف فرمائی ہے۔

نماز اور تعلق باللہ کی درستگی

یہ عام قانون بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کے متعلق اپنے نبی کو اعلان کرنے کا حکم دیا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ آپ اعلان کر دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔ انسان کی شخصی یا اجتماعی اصلاح کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے سب سے پہلے نماز کا پروگرام آتا ہے، نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہوتا ہے، جب تک آدمی کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھیک نہ ہو، مخلوق کے ساتھ تعلق بھی درست نہیں رہ سکتا۔ جب انسان سے کوتاہی، کمزوری یا خطا سرزد ہوتی ہے تو وہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوکر مناجات کرتا ہے، اپنی کوتاہیوں سے توبہ کرتا ہے تو اس کی اصلاح ہوجاتی ہے اور رب تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق درست ہوجاتا ہے، گویا انسان کے تعلق باللہ کی درستگی کے لیے نماز کو اولیت حاصل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے پروگرام میں نماز کو پہلے نمبر پر رکھا ہے اور اپنے نبی سے اعلان کروایا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میری نماز اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ نماز ہی کے ذریعے تعلق باللہ درست ہوتا ہے، اگر تعلق باللہ ہی درست نہ ہو تو مخلوق کے ساتھ تعلق کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

ظاہری اور باطنی طہارت

نماز کی وجہ سے ایک مسلمان کو طہارت نصیب ہوتی ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، طہارت ہر انسان کے لئے فطری ضرورت ہے، طہارت ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی۔ طہارت سے مراد صرف جسم اور لباس کی پاکیزگی ہی نہیں بلکہ باطن کی طہارت پہلے ہونی چاہئے، اور وہ اس طرح کے انسان گندے عقائد کفر، شرک، الحاد وغیرہ سے تائب ہوجائے۔ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا یہی مقصد ہے کہ آدمی اس کے ذریعے کفر، شرک، نفاق اور الحاد سے دور ہوجاتا ہے۔ اُس کے دل ودماغ اور روح میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور انسان کا سینہ پاک ہوجاتا ہے۔ گناہ تو بعد کی بات ہے جو کہ ظلمت ہے جبکہ اطاعت اور اسلام نور ہے، اس کے برخلاف نجاست والی باتیں ہیں۔ پاک روزی یعنی رزق حلال نورانیت پیدا کرتی ہے جبکہ گندی اور حرام غذا تاریکی پیدا کرتی ہے اور انسان خدا کی عبادت سے محروم ہوجاتا ہے۔ حرام روزی، حرام لباس، حرام مکان اور حرام کام انجام دینے سے نجاست ہی نجاست آتی ہے جس سے بچنے کی اللہ نے تلقین فرمائی ہے، ارشاد خداوندی ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (الحج۔۳۰) شرک، کفر اور بت پرستی کی گندگی سے بچو، بالکل وحی کی ابتدا میں ہی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طہارت حاصل نے کا حکم دیا وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر۔۴،۵) اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو، گویا اللہ نے اپنے نبی کو ظاہر وباطن کی طہارت حاصل کرنے کی تعلیم دی، اگر دل ودماغ میں فاسد فکر موجود ہو تو یہ حقیقت میں نجاست ہے، اس کو دور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کئے بغیر نہ طہارت نصیب ہوسکتی ہے اور نہ انسان کی اصلاح ممکن ہے۔ بداعتقادی کفر، شرک گندگی ہے، نماز کے ذریعہ طہارت حاصل ہوتی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (الاعلیٰ ۔۱۴، ۱۵) بے شک وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ حاصل کر لیا اور اپنے پروردگار کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ گویا دل، دماغ، سینہ، لباس، جسم، خوراک کی طہارت حاصل کرنے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

نماز اور مساوات

نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ درستگی کا مسئلہ نہ صرف انفرادی ہے بلکہ پوری نسل انسانی کا مسئلہ ہے، یہ پارٹیوں اور جماعتوں کا بھی یکساں مسئلہ ہے، اگر جماعتیں نماز کے پروگرام کو اپنا لیں تو پھر دیکھیں انسانیت کی اصلاح کیسے حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ زبان سے تو مساوات کا نام لیتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ نماز کے دوران ہر چھوٹا بڑا، امیر غریب ایک صف میں کھڑا ہوجاتا ہے جو کہ مساوات کا بہترین عملی نمونہ ہے۔ اگر مساوات کا یہ اصول لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوجائے تو پھر پارٹیوں والے بھی نماز جیسی مساوات کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ انسانیت میں سارے انسان برابر ہیں، ہر ایک کو زندہ رہنے اور زندگی کے بنیادی حقوق کی ضرورت ہے۔ بنیادی حقوق صرف امراء کا ہی حق نہیں بلکہ ہر کس و ناکس کی ضرورت ہے، اگر یہ بڑے لوگ بھی نماز پڑھنے لگیں تو ان کو حقیقت کا پتہ چلے کیونکہ نماز مساوات، ہمدردی اور اصلاح کا سبق سکھاتی ہے۔ نماز پڑھنے سے طہارت نصیب ہوتی ہے، مساوات حاصل ہوتی ہے اور تعلق باللہ درست ہوتا ہے، اس اصول کو جاری کرنا اور خود اس پر عمل کرنا اور دوسروں سے کروانا صاحبانِ اقتدار کا فرض ہے۔

اذان اور نماز کی اہمیت

نماز کی اہمیت کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام جس کام میں بھی مشغول ہوتے اذان سن کر سب کچھ چھوڑ دیتے اور نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے، حضور علیہ السلام کا اسوہ حسنہ تو ہمارے سامنے ہے، انحطاط تو تیرھویں صدی عیسوی سے شروع ہوا اور اب تک سات آٹھ صدیاں اسی انحطاط میں گزر گئی ہیں۔ نماز کی اذان ہوتی ہے مگر لوگ کچھ پرواہ نہیں کرتے، جمعہ کی اذان ہوجانے کے بعد بھی باراتیں آتی ہیں، بینڈ باجہ بجتا ہے، نکاح ہوتے ہیں اور کھانا کھلایا جاتا ہے اور وہ بھی کھڑے کھڑے، آخر یہ کونسا دین ہے اور کونسی تعلیم ہے، حالانکہ خطبہ سننے اور نماز ادا کرنے تک کوئی کام بھی حرام ہے یا کم از کم مکروہ تحریمی میں داخل ہے، ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہیں پڑے گی تو کیا ہوگا؟ انہوں نے جمعہ کا کیا احترام کیا حالانکہ اللہ کا فرمان ہے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (الجمعہ۔۹) جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان ہو جائے تو خدا کی یاد میں نماز جمعہ کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت بند کر دو۔ اگر نماز کی طرف نہیں آؤ گے تو ملعون بنو گے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص بلا عذر تین جمعے ترک کر دیتا ہے اس کا نام منافقوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس شخص کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہیں، یہ دوسروں کی اصلاح کیا کریگا؟ حالانکہ قرآن میں اصلاح کے دونوں پروگرام بتلائے گئے ہیں، پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ جب آدمی اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو جاتا ہے، خدا تعالیٰ کی مناجات کرتا ہے تو وہ راضی ہوتا ہے کہ میرا بندہ ہے اور میری اطاعت کر رہا ہے، جو آدمی پنج وقتہ نماز ادا کرتا ہے، اگر وہ ایک وقت غلطی کرتا ہے تو دوسرے وقت میں اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ الغرض! اللہ کے ساتھ مسلسل تعلق قائم رکھنے کے لئے پانچ وقتہ نماز مقرر کی گئی ہے، جس آدمی کا تعلق اللہ کے ساتھ درست رہے گا وہ مخلوق کے حقوق بھی ادا کرے گا اور اُن پر ظلم نہیں کرے گا۔ اور جو شخص نہ اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے نہ مخلوق کے تو وہ سمجھ لے کہ وہ اللہ کا باغی ہے۔ اگر اس کا تعلق اللہ کے ساتھ درست ہوتا تو مخلوق کے ساتھ بھی ٹھیک ہوتا۔ غرضیکہ انسانیت کی فلاح، نجات، کامیابی، اور بہتری کے پروگرام میں پہلا نمبر نماز کا ہے۔ نماز میں لاتعداد فوائد ہیں۔ اس میں آخرت کے درجات تو ہیں ہی جو ہر ایک کو اپنے اپنے حساب سے نصیب ہوں گے لیکن دنیاوی زندگی کی بہتری کے لئے بھی بڑے بڑے پروگرام ہیں، جن کے ہم ناشکر گزار اور ناقدردان واقع ہوئے ہیں۔

قربانی کی اہمیت

نماز کے ساتھ دوسرا ذکر قربانی کا ہے، یہاں پر قربانی کے لیے نسک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا ایک معنی معمول کی عبادت کرنا بھی ہوتا ہے تاہم اس مقام پر نسک سے مراد قربانی ہی ہے، ارشاد خداوندی ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکاً (الحج۔۳۴) ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے، یہ طریقہ پہلی امتوں میں تھا اور اس آخری امت کے لیے بھی ہے، اس کو نسک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں قربانی کے لئے اضحیہ کا لفظ بھی آتا ہے۔ قربانی سے مراد محض گوشت خوری نہیں، اس سے اللہ کا تقرب مقصود ہوتا ہے۔ نماز تو ہر مکلّف مسلمان پر فرض ہے، البتہ قربانی کو امام ابوحنیفہؒ واجب قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے ائمہ اس کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سنت کہتے ہیں۔ عملی طور پر فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ضروری ہیں، البتہ فرض کا منکر کفر کی حد میں داخل ہو جاتا ہے اور واجب کا منکر فاسق کہلاتا ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک فرض کی قضا ضروری ہے اور واجب کی تلافی بھی قضا کرنے سے ہوتی ہے۔

بہر حال قربانی اگر فرض نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بڑا رعب اور دبدبہ رکھا ہے، اس کی وجہ سے باطل قوتوں کو شکست ہوتی ہے، اس لئے وہ اس سے بڑا گھبراتی ہیں۔ قربانی اگرچہ واجب یا سنت ہے مگر اللہ نے اس کی شان بڑی بلند رکھی ہے، اس کی مثال اس طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ نماز کے لیے اذان اور اقامت سنت کا درجہ رکھتی ہیں اور اذان کے بغیر بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے، فرض ادا ہو جاتا ہے مگر یہ سنت کے خلاف ہوتا ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب اذان پکاری جاتی ہے تو شیطان مدینہ سے روحا کے مقام تک دور بھاگ جاتا ہے جو کہ چھتیس ۳۶ میل کا فاصلہ ہے، لیکن جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو شیطان پھر آ جاتا ہے مگر جب نماز ہوتی ہے تو شیطان موجود رہتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ قربانی اگرچہ فرض نہیں ہے مگر یہ ایک پوشیدہ جذبے کے تحت کی جاتی ہے جس کو قائم رکھنا مقصود ہوتا ہے، اور وہ جذبہ یہ ہے کہ پروردگار! تیرے عطا کردہ جانور کو تیرے حکم کے مطابق تیری بارگاہ میں قربان کر رہا ہوں، لیکن اگر تیرا حکم ہو تو میری جان بھی تیری بارگاہ میں حاضر ہے کیونکہ جانور کی یہ قربانی جان ہی کا بدلہ ہے جیسا کہ اولین قربانی کے وقت حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ آپ نے خواب میں اللہ کا حکم پایا اور اپنے بارہ یا چودہ سالہ بیٹے اسماعیلؑ کو قربانی کے لیے پیش کر دیا، باپ نے بیٹے کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کیا، اے بیٹے اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، بیٹا اسماعیل علیہ السلام بھی باوفا اور باشعور تھا فوراً پکار اٹھا یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصّٰفّٰت ۔۱۰۲) اے باپ! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریں، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔ غرض! باپ نے بیٹے کو منہ کے بل لٹا دیا تاکہ آنکھیں چار ہونے سے پدری شفقت آڑے نہ آ جائے اور پھر بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی، مگر یہ تو اللہ کی طرف سے آزمائش تھی، اللہ نے جنت سے ایک مینڈھا اتار دیا اور چھری اسماعیل علیہ السلام کی بجائے مینڈھے کی گردن پر چل گئی۔ اللہ نے فرمایا ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا ہے وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (الصّٰفّٰت ۔۱۰۷) اور اس قربانی کو بہت بڑی قربانی کا فدیہ قرار دیا۔ اگرچہ مینڈھا بھی بڑا جانور تھا جو جنت سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اتارا گیا ہے مگر اللہ نے اس جذبے کو ذبح عظیم کا لقب دیا ہے جس کو قیامت تک زندہ رکھنا مقصود ہے، چنانچہ ہر ایماندار جانور ذبح کرتے وقت اسی جذبہ کو پیش نظر رکھتا ہے کہ پروردگار! یہ جانور تو حاضر ہے لیکن اگر تیرا حکم ہو تو میری جان بھی حاضر ہے۔ نماز میں رکوع و سجود کی ادائیگی سے بھی اسی جذبے کا اظہار ہوتا ہے، رکوع کے دوران ایک مسلمان اپنی پشت ٹیڑھی کر دیتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ پروردگار! تو جو بھی بوجھ میری اس پشت پر ڈالنا چاہے میں اس کو اٹھانے کے لئے حاضر ہوں، مگر رکوع میں عاجزی کا جذبہ مکمل نہیں ہوتا تو اہلِ ایمان سجدے کی صورت میں اپنا سر بھی زمین پر رکھ کر زبانِ حال سے عرض کرتا ہے کہ مولا کریم! تو چاہے تو میرا سر بھی تیری بارگاہ میں حاضر ہے، پھر دوسرے سجدے کے ذریعے اس جذبے کا اظہار کرتا ہے کہ پروردگار! اگر تو چاہے تو نہ صرف میرا بلکہ میرے متعلقین کے سر بھی حاضر ہیں۔ بہر حال قربانی میں بھی یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ اگر اللہ کا حکم ہو تو انسانی جان بھی حاضر ہے، اسی لئے قربانی کو جان کا بدلہ کہا گیا ہے۔

قربانی ملت ابراہیمیہ اور حضور علیہ السلام کی ملت کا ایک بہت بڑا اصول اور طریقہ ہے، یہ محض رسم اور فضول خرچی نہیں ہے۔ پرویز جیسے گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں نے لوگوں کی گردنوں پر قربانی کا جوا ڈال رکھا ہے، اور ہر سال لاکھوں جانور قربانی کر کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت خراب کر دی گئی ہے۔ یہ خبیث، زندیق اور ملحد لوگ ہیں، انہوں نے انگریز کا دودھ پیا ہے اور اسلام کے دشمن ہیں، یہ انگریز کے فلسفہ سے متاثر ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ قربانی تو عبادت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے، اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا، قربانی پر صرف ہونے والا مال بے سود نہیں ہے بلکہ اس کا بڑا فائدہ اور عنداللہ اجر ہے۔

قربانی کا اجر

صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا، حضور قربانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سنۃ ابیکم ابرٰہیم یعنی یہ تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے، عرض کیا حضور! انہوں نے تو اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کر دیا لیکن ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے قربانی کنندہ کو ایک ایک نیکی ملے گی۔ قربانی کا مقصد محض خون بہانا یا گوشت کھانا نہیں بلکہ اللہ کا فرمان ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج۔۳۷) اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ خدا کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ مشرکین معبودانِ باطلہ کے نام پر جانور ذبح کر کے اُن کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خون بتوں پر ملتے تھے تاکہ اُن کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے ، یہ تو ایک باطل رسم اور شرک تھا، اللہ کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو قربانی کنندہ کا جذبہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کس جذبہ کے ساتھ قربانی کر رہا ہے، اگر صرف گوشت خوری کا مسئلہ ہوتا تو حضور علیہ السلام حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سو اونٹ اور دو گائے ذبح نہ کرتے ، قیام مدینہ کے نو سالہ قیام میں بھی آپ ہر سال قربانی کرتے رہے۔ آپؐ نے مینڈھا، دنبہ، گائے اور اونٹ بھی نحر کیا، یہ فضول خرچی نہیں بلکہ عبادت ہے۔ اسی لئے تلاوت کردہ آیت میں نماز کے بعد قربانی کا ذکر ہے کہ یہ بھی تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

قربانی کے جانور

صحیحین کی روایت میں آتا ہے ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرانین ذبحھما بیدہٖ حضور علیہ السلام نے سیاہ رنگ سینگوں والے دو مینڈھے اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا۔ آپ نے اپنا پاؤں ان کو قابو کرنے کے لیے اُن کے پہلو پر رکھا ہوا تھا۔ دوسری روایت میں مُوْجوئَین کا لفظ بھی آتا ہے یعنی وہ مینڈھے خصی تھے۔ گویا قربانی کے لیے خصی جانور بھی جائز ہے، مصلحت کی خاطر جانور کو خصی کرنا درست ہے، البتہ انسانوں کو خصی کرنا حرام ہے۔

خصی جانور کو عیب ناک نہیں سمجھنا چاہئے ، اس کی قربانی بالکل درست ہوتی ہے۔ آج کل فیملی پلاننگ کے ذریعے لوگوں کو نس بندی پر آمادہ کیا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے، سرحد کے گورنر نے دو ہزار سرخ پوشوں کو خصی کر دیا تھا تاکہ اُن کا جذبہ آزادی کمزور ہو جائے ، مگر اُن کا وہ جذبہ پھر بھی کمزور نہ ہوا، اُس ملعون اور ظالم انگریز کو خدا تعالیٰ نے برصغیر نے نکال دیا، یہ دنیا کے دو تہائی حصہ پر چھایا ہوا تھا مگر اب برطانیہ کے چھوٹے سے جزیرے میں محصور ہو کر رہ گیا ہے بلکہ اس کے اپنے آئرش باشندے بھی اس کے خلاف ہیں آئے دن فسادات ہوتے رہتے ہیں کیونکہ وہ برطانیہ سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں، انگریز نے اور بھی بہت سے ظالمانہ کام کئے، آزادی طلب کرنے والوں کو قید و بند اور موت کی سزا دی، بعض کو کالے پانی کے جزیروں میں قید رکھا، اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔

برصغیر کی آزادی میں علماء کا حصہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ۱۸۰۶ء میں فتویٰ دیا تھا کہ برصغیر دارالاسلام نہیں رہا بلکہ دارالحرب بن چکا ہے، لہٰذا انگریز کو اس وطن سے نکالنے کے لئے اس کے خلاف جہاد ضروری ہو گیا ہے، اُس وقت سے لے کر مسلمان انگریز کے خلاف ڈیڑھ سو سال تک قربانیاں پیش کرتے رہے، تب جا کر ۱۹۴۷ء میں یہ ملک آزاد ہوا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مگر آج پاکستان کی حکومت پر قابض لوگ اس ملک کو اپنے باپ دادا کی جاگیر سمجھ رہے ہیں، انگریز نے ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو سزائے موت دی، علماء کی داڑھیاں منڈوا دیں حالانکہ دیندار آدمی سنت کی توہین برداشت نہیں کرسکتا، اُن کو بیڑیوں سمیت کئی میل تک پیدل چلایا گیا، تب جا کر ملک آزاد ہوا، اب مسلم لیگ والے سمجھ رہے ہیں کہ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی اور صرف سات سال کے عرصہ میں ملک آزاد ہوگیا، اِن کو کیا علم کہ اس ملک کی آزادی کے لیے کتنی قربانیاں دی گئیں، اسی لئے تو ان کو آزادی کی قدر نہیں ہے، انگریز کی غلامی سے نکلے تو امریکہ کی غلامی میں چلے گئے۔

امریکہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس میں آدھے یہودی اور آدھے عیسائی ہیں اور مسلمان انہی کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کو شعور بھی نہیں ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، جگہ جگہ سازشیں ہو رہی ہیں، مسلمانوں کی پٹائی ہو رہی ہے، اُن کو مارا جا رہا ہے، ملک بدر کیا جا رہا ہے۔ روسی بھی بگڑے ہوئے یہودی کافر ہیں، نصرانی ہیں یا دہریے ہیں، نام تو انسانیت کی فلاح کا لیتے ہیں، مگر کام الٹا کرتے ہیں۔ بلغاریہ کے ترکوں پر ظلم ہو رہا ہے، ستر ہزار کی تعداد میں ترکی میں دھکیل دئے گئے ہیں، ان کو اپنے رسم ورواج ترک کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، فلسطین میں مسلمانوں پر آئے دن بم باری ہو رہی ہے، اُن کو اُن کے گھروں سے نکالا جا رہا ہے ،مگر امریکہ ظالم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ، اللہ تعالیٰ ان کو مہلت اور موقع دے رہا ہے، یہ نہ سمجھو کہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بھی اچھے ہیں بلکہ یہ ملعون لوگ ہیں، مرنے کی دیر ہے، خدا کی گرفت میں آجائیں گے، اور ان کی پالیسی پر عمل کرنے والے بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

شرعی اور کائناتی امور

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبی کی پاک زبان سے کہلوایا ہے کہ آپ اعلان کریں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے لَا شَرِيْكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والوں میں ہوں۔ نماز اور قربانی تو اختیاری امور ہیں لیکن زندگی اور موت تو غیر اختیاری ہیں، یہ تو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہیں، تو اس کا یہی مطلب ہے کہ جب آدمی نماز پڑھے اور قربانی کرے تو یہی تصور کرے کہ وہ یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہے کیونکہ نماز اور قربانی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی رضا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لئے ہی کی جانی چاہئے ، پھر جب آدمی زندگی اور موت کا تصور کرے تو یہی خیال کرے کہ ہماری زندگی اور موت پر تصرف بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ جب چاہتا ہے انسان کو پیدا کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو موت سے ہم کنار کر دیتا ہے، گویا یہ کائناتی امور بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں، ان میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ غرضیکہ شرعی اور کائناتی کسی بھی امر میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ میں سب سے پہلے خدا کی فرمانبرداری کرنے والوں میں سے ہوں۔

حرف آخر

الغرض! امور شرعیہ میں عبادت کا ارادہ کرتے وقت اور کائناتی امور میں ربوبیت کا اعتقاد رکھتے وقت جب یہ تصور کیا جائے گا کہ عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی جائز نہیں اور کائنات میں تصرف بھی خدا کے سوا کسی کا نہیں ہے تو یہی توحید ہے جو اسلام کا اصل الاصول ہے۔ اسی لئے یہاں چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ نماز اور قربانی جیسی عبادات بھی اللہ کے لیے خاص ہیں اور کائنات میں تصرف بھی اسی کا ہے، نماز اس کے ساتھ تعلق درست رکھنے کے لیے ادا کی جاتی ہے اور قربانی سے اس کا تقرب اور اس کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اگر یہ اعتقاد ہو جائے تو پھر انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے، ان آیات مبارکہ میں یہی بات سمجھائی گئی ہے۔

چند اہم دینی مسائل

(س:۱) عید سے پہلے ایک چھوٹا بکرا خرید لیا ہے، کیا اس کی قربانی اگلی عید پر کی جاسکتی ہے؟

(ج) قربانی کے لیے بکرے کا ایک سال یا دو دانت ہونا چاہئے، اس سے کم عمر کے بکرے کی قربانی درست نہیں ہے، البتہ دنبہ یا بھیڑ کا بچہ اگر چھ ماہ کا بھی موٹا تازہ ہو تو قربانی کے لیے جائز ہے، اگر اس سال بکرے کی عمر ایک سال سے کم ہے تو اگلی عید پر اس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

(س:۲) اگر ماموں غریب آدمی ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

(ج) ہاں، دی جاسکتی ہے، بھانجے کو بھی دے سکتے ہیں، البتہ والدین اور بیوی کو نہیں دے سکتے۔

(س:۳) دوسری اذان جمعہ سے پہلے جو وعظ ہوتا ہے کیا یہ بھی خطبہ میں شمار ہوتا ہے؟

(ج) خطبہ دوسری اذان کے بعد عربی میں ہوتا ہے، اس خطبہ کے دوران بات چیت کرنے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے اور اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، وعظ کا حکم خطبہ والا حکم نہیں ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہتے ہیں کہ اُن کے والد صاحب ملک سے باہر ہیں اور بیمار ہیں، ان کے لئے صحت کی دعا کے لیے کہتے ہیں۔ گلی صدر دین میں رہائش پذیر میاں امام دین وفات پاگئے ہیں، ان کی بخشش کے لیے دعا کی درخواست کی گئی ہے۔ یہ خاتون ذہنی طور پر پریشان رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی پریشانی کو دور فرمائے۔ سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بیمار مسلمانوں کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، جو مسلمان وفات پاچکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت سے بخشے اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

جو مسلمان پریشان حال ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی ہر قسم کی دینی، دنیاوی، گھریلو اور کاروباری پریشانیوں کو دور فرمائے، کاروبار میں برکت اور رزق حلال میں وسعت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کی سمجھ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ یکم جولائی ۱۹۸۹ء)

قربانی کا شجرۂ نسب

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ رقمطراز ہیں:

”ہر چیز کا شجرۂ نسب ہوتا ہے، مسجد کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی مسجد کعبہ یعنی بیت اللہ سے ملتا ہے، اور جس مسجد کا نسب مسجد ابراہیمی پر جا کر ختم نہ ہو وہ مسجد خانۂ خدا کہلانے کی مستحق نہیں، وہ مسجد ضرار ہے اور جس مدرسہ کا شجرۂ نسب صفۂ نبویؐ پر ختم نہ ہو وہ مدرسہ دانش کدہ نہیں جہالت کدہ ہے، تو اس طرح میں کہوں گا کہ جس قربانی کا شجرۂ نسب ابراہیم خلیل اللہ کے جذبۂ ایثار و حبِ خدا اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی بے نفسی و تسلیم و رضا پر ختم نہ ہو وہ صحیح النسب نہیں ہے۔“

(قرآنی افادات، جلد ۲ ص ۷۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

آیات خاصہ اور ان کی تاثیر

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ المتوفی ۱۳۵۲ھ نے فرمایا۔

☆ ''حافظ ابوزرعہ رازی نے فرمایا کہ جرجان میں آگ لگنے سے ہزار ہا گھر جل گئے، اور قرآن بھی جلے، لیکن یہ آیات نہ جلیں۔

(۱) ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔

(۲) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

(۳) وَلَاتَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

(۴) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔

(۵) وَقَضٰى رَبُّكَ اَن لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ۔

(۶) تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى۔

(۷) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔

(۸) لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى۔

(۹) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔

(۱۰) اِئْتِيَا طَوْعاً اَوْ كَرْهاً قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۔

(۱۱) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔

(۱۲) مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ، اِنَّا اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ۔

(۱۳) وَفِى السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۴) فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔

☆ فرمایا یہ تجربہ ہے کہ آیات مذکورہ لکھ کر کسی برتن میں بند کر کے دکان، گھر یا سامان میں رکھنا حفاظت کے لیے مجرب ہے۔‘‘

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۴۱، مرتب مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ طبع دیو بند، انڈیا)

حضورؐ کے ہم شکل کا اکرام

الامام القاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی المالکیؒ المتوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں۔

’’معاویہؓ کو خبر پہنچی کہ کابس بن ربیعہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں، جب کابس ان پر گھر کے دروازہ سے داخل ہوئے تو معاویہؓ اپنے تخت سے اٹھے ان کا استقبال کیا، ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اورانہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے مشابہ ہونے کی وجہ سے (مقامِ) مِرْعاب میں جاگیر عطاء کی۔‘‘

(الشِفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ عربی ص ۲۶۶، طبع پشاور)

سر درد کا ایک وظیفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ المتوفیٰ ۲۰۱۵ء نے فرمایا۔

’’حضرت استاد جی (مولانا لدھیانویؒ) نے ایک طالب علم سے طبیعت کا حال پوچھا، تو اس طالب علم نے کہا کہ بخار تھا اب آرام ہے لیکن سر میں درد رہتا ہے، حضرت استاد جیؒ نے فرمایا کہ ایک عمل بتاتا ہوں میں نے خود تو کبھی نہیں کیا لیکن جس کو بتایا ہے اس نے عمل کیا تو بہت فائدہ ہوا، وہ عمل یہ ہے کہ وضو کرتے وقت جب سر کا مسح کرنے لگو تو یہ شعر پڑھ لیا کرو۔

سرم خاکِ رہِ ہر چار سرور ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

(ان چار ہستیوں کے لئے میرا سر قربان رہے، وہ چار یہ ہے ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ)

(ملفوظات حضرت حکیم العصرؒ ص ۱۴۲، مرتب مولانا منیر احمد ریحان، طبع کہروڑ پکا)

کراماتِ اولیاء حق ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ المتوفی ۱۹۸۲ء لکھتے ہیں۔

’’اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قصّہ میں كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً الآية وارد ہوا ہے۔یعنی جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے جاتے تو اُن کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے اور اُن سے دریافت فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔درمنثور کی روایات میں اس رزق کی تفاصیل وارد ہوئی ہیں کہ بغیر موسم کے انگوروں کی زنبیل بھری ہوئی ہوتی تھی اور گرمی کے موسم کے زمانہ میں سردی کے پھل اور سردی کے زمانہ میں گرمی کے پھل۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(فضائل درود شریف ص۱۹۱وص۱۹۲،طبع بیروت،لبنان)

کتے کی دس عمدہ خصلتیں

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہیدؒ المتوفی ۱۴۳۳ھ رقمطراز ہیں۔

’’کتے میں دس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ ہر شخص کو اختیار کرنی چاہئیں۔

(۱) بھوکا رہتا ہے یہ آداب صالحین سے ہے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے یہ علامتِ صابرین سے ہے۔

(۲) اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا یہ علامت متوکلین سے ہے۔

(۳) وہ رات کو بہت کم سوتا ہے یہ صفات شب بیداری اور علامتِ محبین سے ہے۔

(۴) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ صفاتِ زاھدین سے ہے۔

(۵) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا چاہے جفا کرے اور اس کو مارے یہ علامتِ مریدانِ صادقین سے ہے۔

(۶) ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہوجاتا ہے، یہ علاماتِ متواضعین سے ہے۔

(۷) اس کی جگہ پر کوئی قابض ہوجاتا ہے تو وہ دوسری جگہ تلاش کرلیتا ہے یہ نشانِ راضیین سے ہے۔

(۸) یہ مار کا کینہ نہیں رکھتا یہ علامت خاشعین سے ہے۔

(۹) کھانا سامنے رکھا ہوا ہو تو دور بیٹھ کے تکتا ہے یہ علامتِ مساکین میں سے ہے۔

(۱۰) کسی مکان سے کوچ کرجاتا ہے تو پلٹ کر نہیں دیکھتا یہ علامتِ محرومین سے ہے۔(خواجہ حسن بصریؒ)۔‘‘

(خزینہ ص۲۰۷،طبع کراچی)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وطن سے دور مرنے والے کا اعزاز

خاتمۃ الحفاظ امام عبدالرحمٰن المشہور بجلال الدین السیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

"واخرج احمد والنسائی وابن ماجۃ عن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم"

بے شک آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ (کسی دوسرے مقام میں) وفات پا جاتا ہے تو اس کے لئے اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کا نشان ختم ہونے (یعنی اس کے مقام وفات تک زمین کو) کشادہ کر دیا جاتا ہے۔"

(بشری الکئیب بلقاء الحبیب عربی برحاشیہ کتاب شرح الصدور عربی ص ۶۹ وص ۷۰، طبع مصر)

عاجزی کی وجہ سے جودی پہاڑ کا مرتبہ

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوزان القشیریؒ المتوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔

"مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تو پہاڑ بلند ہوئے، لیکن جودی پہاڑ نے تواضع اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نوح علیہ السلام کی کشتی کے لئے ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا۔"

(الرسالۃ القشیریۃ فی علم التصوف عربی ص ۶۹، طبع مصر)

عالم کی تین نشانیاں

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ رقمطراز ہیں۔

"ابو حازم (سلمۃ بن دینار المدینی المخزومیؒ المتوفی ۱۴۴ھ) نے فرمایا، تو عالم نہیں ہو سکتا جب تک کہ تیرے اندر تین خصلتیں نہ ہوں۔"

(۱) لاتبغ علی من فوقك۔ کہ تو اپنے سے فائق کی نافرمانی نہ کر۔

(۲) ولاتحقر من دونك ۔ اور تو اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھ۔

(۳) ولا تاخذ علی علمك دنیا۔ اور تو اپنے علم پر دنیا نہ حاصل کر۔

(سیر اعلام النبلاء عربی ج ۶ ص ۹۸، طبع بیروت لبنان)

اولاد میں ماں باپ کی عمروں کی تاثیر

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصریؒ المتوفی ۴۵۰ھ رقمطراز ہیں۔

"متقدمین حکماء کا خیال ہے کہ پیدائش اور اخلاق کے لحاظ سے زیادہ شریف النسب اولاد وہ ہوتی ہے، جن کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ماں کی عمر بیس اور تیس سال کے درمیان ہو اور ان کے باپ کی عمر تیس اور پچاس کے درمیان ہو۔''

(ادبُ الدنیَا وَالدِّین عربی ص ۱۱۵، طبع بیروت لبنان)

سفید بالوں کا فائدہ

امام حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ؒ المتوفیٰ ۴۵۸ھ لکھتے ہیں۔

''عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سفید بالوں کو نہ اکھاڑو، بے شک نہیں کوئی مسلمان جس کے بال سفید ہو جاتے ہیں، مگر ان کی وجہ سے اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کی خطاء معاف فرماتا ہے۔''

(الآداب عربی ص ۲۲۳، طبع بیروت، لبنان)

تبلیغی جماعت کے تین مقاصد

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ المتوفیٰ ۱۴۱۸ھ رقمطراز ہیں۔

''(حضرت مولانا محمد الیاس ؒ المتوفیٰ ۱۳۶۳ھ بانی تبلیغی جماعت نے) فرمایا۔

ہماری تبلیغ میں کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت سے جانا چاہیئے۔

(۱) علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔

(۲) اپنے سے کم درجہ کے لوگوں میں دینی باتوں کو پھیلانے کے ذریعہ اپنی تکمیل اور اپنے دین میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے۔

(۳) مختلف گروہوں میں ان کی متفرق خوبیاں خذب کرنے کے لئے۔''

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس ؒ ص ۷۳، طبع رائے ونڈ، لاہور)

دستور میں نفاذِ اسلام کا روڈ میپ موجود ہے مگر عمل کاغذوں نے نہیں انسانوں نے کرنا ہے، ہم اپنی اپنی تاویلوں سے پیچھے ہٹیں گے تو دستور غریب کچھ کر پائے گا، اللہ پاک ہم سب کو ہدایت و توفیق دیں، آمین

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، انڈیا

گوشت خوری

مذہب اور قانون فطرت کی روشنی میں!

اسلام نے جہاں انسان کو اپنے کرم سے سرفراز فرمایا، وہیں بے زبان جانوروں کو بھی اپنی رحمتِ بے کراں سے مالا مال کیا ہے، اسلام سے پہلے عربوں کے گزر بسر کا ذریعہ یہی جانور تھے، ان کا دُودھ غذا کا کام دیتا تھا، ان کی پشت سواری اور بار برداری کا سب سے بڑا ذریعہ تھی، ان کی تجارت کا دارو مدار ان ہی سواریوں پر تھا، ان کے چمڑوں سے بھی مختلف کام لئے جاتے تھے، لیکن ان سب کے باوجود جانوروں کے ساتھ ان کا سلوک بڑا بے رحمانہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا، جانور کے منہ پر مارنے کی ممانعت کی، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۵۶۴) لوگ جانوروں کو باہم لڑاتے اور اس کا تماشہ دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درندگی کو روکا، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۵۶۲) جانور کی خوراک اور ضروریات کی رعایت کرنے کا بھی حکم دیا، ایک اُونٹ کو دیکھا کہ اس کا پیٹ پشت سے لگا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۵۴۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر سرسبز و شاداب موسم میں سفر کرو تو آہستہ چلاؤ اور جانور کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دو، اور قحط کا موسم ہو تو تیز تیز چلاؤ، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۵۶۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی تلقین کی کہ جو جانور جس کام کے لئے ہے، اس سے وہی کام لو، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو منبر (اسٹیج) بنانے سے منع فرمایا، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۵۶۹) مطلب یہ ہے کہ جانور کو اسٹیج کے طور پر استعمال نہ کیا جائے، کیوں کہ رُکی ہوئی حالت میں بوجھ کا احساس بڑھ جاتا ہے، چلتی ہوئی حالت میں کم ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت کا ثواب و عذاب جانوروں کے ساتھ اچھے اور بُرے سلوک سے بھی متعلق ہے، قیامت کے دن ایک عورت محض اس لئے دوزخ میں ڈالی جائے گی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھا، اسے اس کا موقع نہیں دیا گیا کہ وہ خود کھائے اور دوڑ دھوپ کر کے اپنی ضرورت پوری کرے، (بخاری، باب فضل سقی الماء حدیث نمبر: ۲۳۶۵) اور ایک شخص اس بناء پر جنت میں داخل کیا جائے گا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کی پیاس دُور کی ہوگی اور اسے پانی پلایا ہوگا، (بخاری، باب فضل سقی الماء، حدیث نمبر: ۲۳۶۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی لگائی ہوئی کھیتیوں میں سے چرند و پرند جو کھالیں، اس پر بھی صدقہ کا ثواب ہے۔ (صحیح بخاری، باب فضل الزرع والغرس، حدیث نمبر: ۲۳۲۰)

اسلام نے گوشت خوری کو لازم تو نہیں کیا ہے، مگر اس کی اجازت ضرور دی ہے، لیکن بلا وجہ جانوروں کو مارنے کے درپے ہونا درست نہیں ہے، کسی صاحب نے ایک گوریّا پکڑ رکھی تھی اور اس کی ماں بے قرار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا ضرورت ایک گوریّا کو ذبح کرنے پر بھی جواب دہی ہے، (السنن الکبریٰ للنسائی، باب من قتل عصفوراً بغیر حقہا، حدیث نمبر: ۴۵۱۹) اسی لئے جو چیزیں انسانی کام نہیں آتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے سے منع فرمایا، چیونٹی، شہد کی مکھی اور ھُدھُد وغیرہ کے مارنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً ممانعت فرمائی، (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۵۷۲۸) کسی جاندار کے جلانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت سے روکا ہے، ایک دفعہ لوگوں نے ایسی جگہ چولہا سلگایا، جہاں چیونٹی کے بل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چولہا بجھانے کا حکم دیا، (سنن ابی داوٗد، باب فی قتل الذر، حدیث نمبر: ۵۲۶۸) خود حدیث میں ایک پیغمبر کا ذکر ہے، جن کے حکم سے چیونٹیاں جلائی گئی تھیں، اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۴۱)

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اسلام نے گوشت خوری کی اجازت دے کر بے رحمی کا ثبوت دیا ہے، ہمارے بعض ناواقف ہندو بھائیوں کے یہاں تو اسلام نام ہی گوشت خوری کا ہے، اس سلسلہ میں اول تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہندوستانی مذاہب کے سوا دُنیا کے تمام مذاہب میں گوشت خوری کی اجازت دی گئی ہے اور گوشت کو ایک اہم انسانی غذا تسلیم کیا گیا ہے، ہندوستانی نژاد مذاہب میں بھی حقیقت یہ ہے کہ سوائے ''جین مذہب'' کے، تمام مذاہب میں گوشت خوری کا جواز موجود تھا، بودھ مذہب میں بھی گوشت کھایا جاتا تھا، بعد میں انھوں نے اہنسا کا تقاضا سمجھا کہ گوشت خوری ترک کردی جائے، اس لئے منع کر دیا گیا، آج کل ہندو بھائیوں کے یہاں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ ان کے یہاں گوشت خوری سے منع کیا گیا ہے، لیکن یہ محض اپنے مذہب اور اپنی تاریخ سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ناواقفیت ہے،خود ویدوں میں جانوروں کے کھانے پکانے اورقربانی کا تذکرہ موجود ہے،رگ وید میں ہے:

اے اندر! تمہارے لئے پسان اور وشنو ایک سو بھینسیں پکائیں۔ (رگ وید:۶/۱۱-۱۷)

یجر وید میں گھوڑے، سانڈ، بیل، بانجھ گایوں اور بھینسوں کو دیوتا کی نذر کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ (یجروید، ادھیائے:۲۰/۷۸)

منوجی نے مختلف مواقع پر نہ صرف گوشت کھانے کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کو اگلے جنم میں سزا کا مستحق قرار دیا ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

☆ گوشت خور روزانہ شکار کرتا اور گوشت کھاتا ہے، اور یہ کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ کھانے والے اور کھائے جانے والے دونوں کو خالق نے (اسی مقصد کے لئے) پیدا کیا ہے۔(منو، باب:۵،اشلوک:۳۰)

☆ ایک شخص جو گوشت خوری سے انکار کرتا ہے، مرنے کے بعد اکیس جنم تک جانور کے روپ میں رہتا ہے۔ (منو، باب:۵،اشلوک:۴۵)

منوجی یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ اگر جانور قربانی کے لئے ذبح کیا جائے، تو یہ قتل کرنا نہیں ہے:

خود سومبھو نے جانوروں کو قربانی کے لئے پیدا کیا، یگیہ کل (عالم) کی بھلائی کے لئے ہیں؛ چنانچہ (جانوروں کا) یگیہ کی غرض سے ذبح کرنا قتل کرنا نہیں ہے۔(منو، باب:۵،اشلوک:۳۹)

منوسمرتی میں کہا گیا ہے:

مچھلی کے گوشت سے دو ماہ تک، ہرن کے گوشت سے تین ماہ تک، بھیڑیئے کے گوشت سے چار ماہ تک اور پرند جانور کے گوشت سے پانچ مہینے تک پتر آسودہ رہتے ہیں۔(منوسمرتی،ادھیائے:۳/۲۶۸)

یہ مضمون مہابھارت میں بھی موجود ہے، چنانچہ مہابھارت میں یدھشٹر اور بھیشم کا مکالمہ اس طرح نقل کیا گیا ہے: یدھشٹر نے کہا: اے مہاشکتی شالی! مجھے بتا کہ وہ کیا چیز ہے جسے اگر اپنے پُرکھوں کی روحوں کو بھینٹ کروں تو وہ کبھی ختم نہ ہو، وہ کیا بھینٹ ہے جو ہمیشہ باقی رہ جائے؟ وہ کیا ہے جو لافانی ہو جائے؟

بھیشم نے کہا: میری بات سن! اے یدھشٹر! وہ نذر کیا ہیں جو کوئی شخص شردھا میں چڑھائے اور جو شردھا کے لئے اچھی ہوں اور وہ کیا پھل ہیں جو ہر ایک کے ساتھ جوڑے جائیں، تل اور چاول اور جو اور ماش اور پانی اور جڑیں اور پھل، اگر انھیں شردھا میں نذر کیا جائے تو اے بادشاہ! تیرے پرکھوں کی آتمائیں دو مہینے تک خوش رہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گی، (بھیڑ کے) گوشت کی قربانی انھیں تین مہینوں تک اور خرگوش کی قربانی چار مہینوں تک خوش رکھے گی، بکری کے گوشت کی قربانی سے وہ پانچ مہینوں تک، سور کے گوشت سے چھ مہینوں تک خوش رہیں گے، اور پرندوں کے گوشت انھیں سات مہینوں تک خوش رکھے گا، ایک ہرن کا گوشت جسے پریشا تا کہتے ہیں اور گوایا کا گوشت دس مہینے تک اور بھینس کے گوشت کی قربانی انھیں گیارہ مہینے تک خوش رکھے گی، یہ کہا جاتا ہے کہ شردھا پردی کی گئی گائے کے گوشت کی قربانی ایک سال تک باقی رہتی ہے، قربانی کے گوشت کی بھینٹ ایک سال تک باقی رہتی ہے، قربانی کے گوشت کے ساتھ اتنا گھی ملایا جائے کہ وہ تیرہ پرکھوں کی آتماؤں کو بارہ برس تک خوش رکھ سکے۔ (مہابھارت، انوساشن بھیروا، تیرہویں کتاب، ادھیائے: ۸۸)

خود گاندھی جی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایک زمانہ تک ہندو سماج میں جانوروں کی قربانی اور گوشت خوری کا عمل عام تھا، اور ڈاکٹر تاراچند کے بقول ویدک قربانیوں میں جانوروں کے چڑھاوے بھی ہوا کرتے تھے۔

جس ذات نے انسانوں کو اور دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے اس نے بھی ہمارے وجود میں فطرت کے اشارے رکھے ہیں جو بتاتے ہیں کہ انسان کے لئے گوشت خوری کی اجازت ہونی چاہئے؛ کیونکہ:

(الف) بعض جانداروں کے اندر صرف ایسے دانت رکھے گئے ہیں جو نباتات کو چبانے کے کام آتے ہیں، جیسے گائے، بیل وغیرہ، ان کے منہ میں نوکدار دانت نہیں ہیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی خوراک نباتات ہے، بعض جانور وہ ہیں جن کے سارے دانت نوکدار ہیں، جس سے گوشت کھایا جاسکتا ہے، جیسے شیر، بھیڑیا، کتا وغیرہ، یہ اس بات کی علامت ہے کہ گوشت وغیرہ ہی ان کی خوراک ہے، انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دونوں طرح کے دانت پائے جاتے ہیں، وہ بھی جن سے نباتات کھائے جائیں اور وہ بھی جن کے ذریعہ گوشت کو خوراک بنایا جائے، اس میں یقیناً قدرت کا اشارہ ہے کہ انسان کو لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذا استعمال کرنی چاہئے۔

(ب) جاندار مخلوقات کے جسم میں ایک عضو ''معدہ'' رکھا گیا ہے، جس کا کام خوراک کو ہضم کرنا ہے، سبزی خور جانور جب گوشت کھالے تو معدہ اس کو ہضم نہیں کرتا، گوشت خور جانور سبزی کو منہ ہی نہیں لگاتا؛ لیکن انسان کے معدہ میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ وہ لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذاؤں کو ہضم کرتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت نے انسان کو لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذاؤں کا ضرورت مند بنایا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(ج) انسانی جسم میں جو توانائیاں مطلوب ہیں، وہ صرف نباتاتی غذاؤں سے حاصل نہیں ہو پاتیں، بلکہ ان کے لئے لحمی غذاؤں کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اگر وہ غذا کی شکل میں لحمیات کا استعمال نہیں کرتے تو دوا کی شکل میں ان کا استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، اس لئے انسان کا گوشت خور ہونا صرف ایک خواہش نہیں ہے، بلکہ یہ فطرت کی آواز ہے۔

جو لوگ گوشت خوری کو منع کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ زندہ وجود کو قتل کرنے یعنی ''جیو ہتیا'' کا باعث بنتا ہے، لیکن غور کیا جائے تو کائنات کا فطری نظام یہی ہے کہ خالق کائنات نے کم تر مخلوق کو اپنے سے اعلیٰ کے لئے غذا اور وسیلۂ حیات بنایا ہے، غور کریں کہ کیا اس جیو ہتیا سے بچنا ممکن بھی ہے، آپ جب پانی یا دُودھ کا ایک گلاس اپنے حلق سے اُتارتے ہیں تو سینکڑوں جراثیم ہیں جن کے لئے آپ اپنی زبانِ حال سے پروانہ موت لکھتے ہیں، پھر آپ جن دواؤں کا استعمال کرتے ہیں، وہ آپ کے جسم میں پہنچ کر کیا کام کرتی ہیں؟ یہی کہ جو مضرصحت جراثیم آپ کے جسم میں پیدا ہو گئے ہوں اور پنپ رہے ہوں، ان کا خاتمہ کردیں، پس جیو ہتیا کے وسیع تصور کے ساتھ تو آپ پانی تک نہیں پی سکتے اور نہ دواؤں کا استعمال آپ کے لئے روا ہو سکتا ہے۔

پھر آج کی سائنس نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ جس طرح حیوانات میں زندگی اور روح موجود ہے، اسی طرح پودوں میں بھی زندگی کارفرما ہے اور نباتات بھی احساسات رکھتے ہیں، خود ہندو فلسفہ میں بھی پودوں میں زندگی مانی گئی ہے، سوامی دیانند جی نے ''آواگون'' میں روح کے منتقل ہونے کے تین قالب قرار دیئے ہیں، جن میں ایک نباتات بھی ہے، یہ نباتات میں زندگی پائے جانے کا کھلا اقرار ہے، تو اگر جیو ہتیا سے بچنا ہو تو نباتاتی غذا سے بھی بچنا ہوگا، غرض کہ اس کائنات میں ایسے انسانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، جو مکمل طور پر جیو ہتیا سے بچ کر جینا چاہے۔

بعض سبزی خور کہتے ہیں کہ پودے تکلیف محسوس نہیں کرتے، اس لئے پودوں کو ختم کرنے کا جرم جانوروں کو ختم کرنے سے کمتر جرم ہے، اس سلسلہ میں مشہور دانشور ڈاکٹر ذاکر نائیک کا بیان بہت چشم کشا ہے، لکھتے ہیں کہ:

آج سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ پودے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں، تاہم ان کی چیخ پکار انسان نہیں سن سکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے کان ان آوازوں کو نہیں سن سکتے جو سماعت کی حدود (۲۰ ہرٹز تا ۲۰۰۰۰ ہرٹز) سے باہر ہوں، کوئی آواز اس رینج سے زیادہ ہو یا کم تو وہ انسانی کان میں نہیں آتی، کتے ۴۰۰۰۰ ہرٹز تک کی آواز سن سکتے ہیں؛

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا ایسی آوازیں جن کی مقدار ۲۰۰۰۰ (Frequency) ہرٹز سے زیادہ اور ۴۰۰۰۰ ہرٹز سے کم ہو، اُنھیں صرف کتے سن سکتے ہیں انسان نہیں، کتے اپنے آقا کی سیٹی کی آواز پہچانتے ہیں اور اس کی طرف چلے آتے ہیں، ایک امریکی کسان نے تحقیق کی اور اس نے ایسا آلہ ایجاد کیا جو پودوں کی چیخ پکار کو اس طرح تبدیل کر دیتا ہے کہ اسے انسان سُن سکے، اس کے ذریعہ سے وہ فوراً یہ محسوس کرنے کے قابل ہو گیا کہ پودا کب پانی کے لئے چیخ رہا تھا، جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ پودے خوشی اور غم کو بھی محسوس کرتے ہیں اور چلا بھی سکتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ پودے صرف دو یا تین حواس رکھتے ہیں، جب کہ جانوروں کے پانچ حواس ہوتے ہیں، اس لئے پودوں کو ختم کرنا جانوروں کو ختم کرنے سے کم درجے کا جرم ہے، لیکن یہ درست نہیں، فرض کریں آپ کا بھائی پیدائشی گونگا اور بہرہ ہو اور اس کے دو حواس دوسرے انسانوں کی نسبت کم ہوں، وہ بڑا ہو جائے اور کوئی اس کو قتل کر دے، تو کیا آپ منصف سے کہیں گے کہ اسے کم سزا دیں، کیوں کہ آپ کا بھائی دو حواس کم رکھتا ہے؟ جی نہیں! اس کے برعکس آپ کہیں گے کہ اس نے معصوم کو قتل کیا ہے، اس لئے منصف کو چاہئے کہ اسے زیادہ سزا دے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام کچھ ایسا ہے کہ جانوروں میں شرح پیدائش انسانوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے، اگر یہ تعداد کنٹرول سے باہر ہو جائے تو اس سے نہ صرف انسانی آبادی کو بلکہ خود جانوروں کو بہت نقصان ہوتا ہے، یہ راستوں میں ٹریفک کے نظام کو درہم برہم کر دیتے ہیں، یہ ہری بھری کھیتیوں کو کھا جاتے ہیں اور جب ان کو ضرورت کے مطابق غذا فراہم نہیں ہوتی ہے تو بیمار پڑتے ہیں اور کوئی ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا نہیں ہوتا، یہاں تک کہ بہت سارے جانور پلاسٹک کی تھیلیاں کھا لیتے ہیں اور سخت تکلیف کے ساتھ ان کی موت ہوتی ہے، یہ محض فرضی باتیں نہیں ہیں؛ بلکہ دن رات مشاہدہ میں آتی ہیں، ٹریفک نظام میں خلل، کھیتیوں کی بربادی اور جب جانور دودھ دینے کے لائق باقی نہ رہے تو اس کی غذا سے محرومی، ان گوشالوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو بظاہر گائے کو آرام پہنچانے کے لئے بنائے گئے ہیں؛ لیکن حقیقت میں وہ ان کے لئے تکلیف کا، بھکمری کا اور اذیت ناک موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

......☆......☆......☆......☆......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

حج کے لوازمات اور ترغیب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ٥

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

محترم حاضرین وبرادرانِ اسلام وخواتین محترمات!

بیت اللہ شریف کی تعمیرِ نو اور اعلانِ حج

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم سترہویں پارہ میں سے ''سورۃ الحج'' کی آیت نمبر ۲۷ تلاوت کی ہے، جس کی روشنی میں آج میں رُکنِ اِسلام حج کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، سب سے پہلے اِس آیت کا ترجمہ ومفہوم عرض کیا جاتا ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اوران کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ نو کی اوراس کومکمل کرلیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اُن کوحکم ہوا کہ تم حج کا اعلان کرو، حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں يَـاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا اے لوگو!تم پرحج فرض قرار دیا گیا ہے، لہٰذا حج کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گردوپیش کا مشاہدہ کیا کہ جہاں اُن کو اعلان کرنے کیلئے حکم ہورہا ہے وہاں تو باپ بیٹے کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے، تو اعلان کس کیلئے کریں، سخت پریشان ہوئے، بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ! یہاں تو ہم باپ بیٹے کے علاوہ کوئی اور انسان نہیں ہے، میں کن کیلئے حج کا اعلان کروں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمایا، اے ابراہیم! تیرا کام بس اعلان کرنا ہے، آگے پہنچانا میرا کام ہے۔

بیت اللہ شریف کے سامنے ایک پہاڑ ہے جسے جبلِ ابی قُبیس کہتے ہیں، یہ دنیا کا سب سے پہلا پہاڑ ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا، جب کہ بیت اللہ شریف پہلا گھر ہے، جبل ابی قبیس پر آج کل شاہی محل وغیرہ بنے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا کہ آپ اِس پر کھڑے ہو کر اعلان فرمائیں یَـآَیُّهَـا النَّـاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا اے لوگو! تم پر حج فرض قرار دیا گیا ہے، اس لیے حج کرو، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمادیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے اِس اعلان کو حضرت آدمؑ کی پشت سے جتنے بھی لوگ پیدا ہونے والے تھے، جو ابھی شکم مادر میں تھے یا پیدا ہو چکے تھے یا آئندہ پیدا ہونے والے تھے سب تک یہ آواز پہنچادی، حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ آواز سنی اور اس پر لبیک کہا وہ ایک نہ ایک دن بیت اللہ شریف میں لبیک کہتے ہوئے ضرور حاضر ہوں گے، الغرض حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے حج کا پہلا اعلان کرادیا گیا۔

تلاوت کردہ آیت کا ترجمہ ومفہوم

حج ملتِ ابراہیمیہ کا ایک بڑا اصول ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس آیت میں اسی کا ذکر فرمایا ہے وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ اور آپ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وہ آپ کے پاس آئیں گے، یعنی حج کرنے کیلئے پیدل وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ اور ہر دبلی پتلی اونٹنی پر سوار ہو کر۔ اُس وقت سب سے تیز رفتار سواری اونٹنی ہوتی تھی، جو سفر کیلئے سدھائی ہوتی تھی، لمبے سفر کیلئے یہی سب سے بہترین سواری تھی، جیسے آج کل ہوائی جہاز ہیں، یَـاْتِیْـنَ مِـنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وہ اونٹنیاں جن پر وہ ہر دور دراز کے راستے سے سفر کرتے ہوئے آئیں گے۔ بیت اللہ شریف دنیا کے بالکل وسط میں ہے، جیسے انسان کے جسم میں ناف ہوتی ہے، بیت اللہ شریف کا حج کرنے کیلئے پوری دنیا کے تمام خطوں سے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشاء تھا، اس لیے حضرت ابراہیمؑ سے اس کا اعلان کروایا گیا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حج ہوتا رہا، جو بھی اس کا طریقہ رہا۔

حج ایک پُر مشقت عبادت ہے

حضور نبی اکرمؐ آخری نبی ہیں، آپ کی امت آخری امت ہے، آپ کی کتاب آخری کتاب ہے، اور آپ کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شریعت آخری شریعت ہے، چنانچہ ہماری امت کے لوگوں کیلئے اسلام کے پانچ ارکان رکھے گئے، کلمۂ توحید اورشہادت کے اقرار کے بعد،نماز،روزہ،زکوۃ اورحج۔جتنے بھی ارکانِ اسلام ہیں اُن میں سے حج کا رکن سب سے مشکل ہے، اِس میں انسان کو مال بھی لگانا پڑتا ہے، جان بھی لگانی پڑتی ہے، سفر بھی کرنا پڑتا ہے، مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، گرمی، سردی غرضیکہ موسموں کے تغیر کو بھی سہنا پڑتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وجہ سے صاحبِ استطاعت لوگوں کیلئے زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج کو فرض قرار دیا ہے، نماز روزانہ پانچ مرتبہ ہے، روزے سال میں ایک مہینے کے ہیں، زکوۃ صاحبِ استطاعت لوگوں پر سال میں ایک بار چالیسواں حصہ ہے، جبکہ حج صاحبِ استطاعت لوگوں پر زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ ہے۔

حضورؐ کا حج

ہماری امت پر حج سن ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس سال حضور نبی اکرمؐ حج کیلئے تشریف نہیں لے گئے، بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت میں صحابہ کرامؓ کو بھیجا کہ تم جا کر حج کرو، وجہ یہ تھی کہ اس سال مشرک اور کافر لوگ بھی اپنے طریقہ کے مطابق حج کر رہے تھے، حضور نبی اکرمؐ ان کے ساتھ حج نہیں کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس سال اعلان کیا گیا کہ اس سال کے بعد یہاں کوئی مشرک نہیں آئے گا، سن ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ سے یہ اعلان کروایا گیا، دوسری وجہ یہ تھی کہ سن ۹ ہجری میں جو حج آ رہا تھا وہ عربوں کے دستور کے مطابق ''نسی'' میں آ رہا تھا، وہ اپنی طرف سے مہینوں میں گڑ بڑ کرتے تھے اور آگے پیچھے کرتے رہتے تھے، اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (التوبہ۔۳۷) بے شک مہینے کو پیچھے ہٹا دینا زیادتی ہے کفر میں۔ الغرض! جناب رسول اللہؐ نے اس سال حج اس لیے نہیں کیا کیوں کہ سن ۱۰ ہجری میں حج اپنے وقت پر آ رہا تھا اور ساتھ کفار اور مشرکین کو بھی ممانعت کر دی گئی تھی، آپؐ نے حج کے فرض ہونے کے بعد صرف ایک بار حج کیا، اس سے پہلے سابقہ طریقہ کے مطابق کرتے تھے۔ اس سال تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے، ابتداء میں تھوڑے تھے، پھر جیسے جیسے قافلہ آگے بڑھتا گیا، ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ ہو گئے۔

حج کا طریقہ تمام مسلمانوں کو سیکھنا چاہیے

آپؐ نے جو حج کا خطبہ دیا، اس کا ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں، جو میں عموماً حج کے موقع پر توجہ دلانے کیلئے عرض کیا کرتا ہوں، جس سے صاحب استطاعت لوگ جن پر حج فرض ہے، ان کی سستی ختم ہو جاتی ہے اور وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنا فریضہ ادا کر لیتے ہیں۔ جناب رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع میں جو خطبہ دیا تھا اس کا یہ جملہ بڑا اہم ہے، آپؐ نے فرمایا يَاَيُّهَا النَّاسُ خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِكَكُمْ اے لوگو! مجھ سے حج کے افعال سیکھ لو۔ آگے جو جملہ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ یہ تھا لَعَلِّی لَا اَحُجُّ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا ، دوسری روایت میں آتا ہے لَعَلِّی لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا ، شاید کہ میں آئندہ سال حج نہ کر سکوں یا شاید کہ آئندہ سال میں تمہیں نہ دیکھ سکوں، چنانچہ ایسے ہی ہوا، حج کے بعد اگلے سال آپؐ کی وفات ہوگئی، تو یہ حضور نبی اکرمؐ کا حکم ہے، حضرت ابراہیمؑ نے بالکل ابتدا میں حج کا اعلان کیا تھا اور جناب رسول اللہؐ نے عرفات کے میدان میں یہ اعلان کیا کہ لوگو! مجھ سے حج کے افعال سیکھ لو، اس لیے تمام مسلمان مرد اور خواتین کو اس کے بارے میں معلومات رکھنی چاہئیں، کوئی پتہ نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کس وقت موقع عنایت فرما دیں، اتنی مشقت کے ساتھ وہاں جا کر حج کرنا ہوتا ہے، اگر صحیح طریقے سے ادا نہ ہو تو انسان صرف مشقت ہی کرتا ہے، شریعت اور سنت کے مطابق حج ادا نہیں کر سکتا۔

حج میں تاخیر کی ممانعت

اس وجہ سے میں تمام خواتین وحضرات کو ایک دفعہ ضرور توجہ دلاتا ہوں کہ جن پر حج فرض ہے اور جو صاحبِ استطاعت لوگ ہیں وہ اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس پر حج فرض ہو، اسے اس کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ زندگی کا کیا پتہ، لوگ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ اگلے سال حج کریں گے، دس سال بعد کریں گے، حالانکہ ان پر حج فرض ہوتا ہے، لیکن بعد میں ان کو موقع ہی نہیں ملتا اور وہ حج کو اپنے ذمہ میں لے کر خدا کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں، لہٰذا جن پر حج فرض ہے انہیں جلدی اس سلسلہ میں کوشش کرنی چاہئے۔ ارکانِ اسلام جو اللہ نے فرض کیے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، ان سب کی باز پرس ہوگی۔

حضورؐ سے حج کے حوالے سے تین سوالات اور ان کے جامع جوابات

ترمذی شریف میں ایک حدیث مبارکہ ہے، وہ بیان کر کے بات ختم کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور نبی اکرمؐ کے جلیل القدر صحابی ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ کے صاحبزادے ہیں، آپ صحابہ کرامؓ میں سنت کے سب سے زیادہ شیدائی تھے، انہوں نے حضور نبی اکرمؐ کے حج اور عمرہ کی بہت سی روایات بیان کی ہیں، وہ آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے اور دیکھتے تھے، آپؐ کی وفات کے بعد جب ان کو موقع ملتا تو اسی طرح کرنے کی کوشش کرتے تھے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جناب رسول اللہؐ نے جہاں جس انداز سے قدم رکھا وہاں اسی انداز سے اپنا قدم رکھتے تھے، حضورؐ جہاں جس انداز سے بیٹھتے تھے وہاں اسی انداز میں بیٹھتے تھے، آپؐ نے جہاں رات کو قیام کیا تھا وہیں قیام کرنے کی کوشش کرتے تھے، آپؐ نے جیسے وضو کیا بالکل ویسے ہی کرتے تھے، غرضیکہ آپؐ کی پوری نقل اتارتے تھے، انہوں نے حج کی ساری تفصیلات بیان کی ہیں جو بخاری شریف میں موجود ہیں۔

[۱] حاجی کسے کہتے ہیں؟

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کھڑے ہو کر آپؐ سے یکے بعد دیگرے تین سوالات کیے۔ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ مَنِ الْحَاجُّ اے اللہ کے رسولؐ! حاجی کون ہے؟ یعنی حاجی کسے کہتے ہیں، جناب رسول اللہؐ کا ایک ایک جملہ سمندروں سے زیادہ گہرا ہوتا ہے، آپؐ نے اس کے جواب میں دو لفظ ارشاد فرمائے، فرمایا اَلشَّعِثُ التَّفِلُ حاجی وہ ہے جس کے بال غبار آلود اور پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ حج کا احرام باندھنے کے بعد چار پانچ دن بہت مشقت طلب ہوتے ہیں، اس میں بندے کے حالات ایسے ہو جاتے ہیں کہ بکھرے ہوئے بال اور غبار آلود ہو جاتا ہے، اَلشَّعِثُ اسی کو کہتے ہیں، پراگندہ بال، غبار آلود۔ التَّفِلُ کہتے ہیں جس کے جسم سے بدبو پیدا ہو جائے۔ منیٰ اور عرفات وغیرہ میں نہانے کا اتنا موقع نہیں ہوتا تھا، آج تو بڑی فراوانی ہے، پہلے زمانے میں ایسا نہیں تھا۔ ان دو الفاظ میں آپؐ نے امت کا ذہن بنا دیا ہے کہ حج کو معمولی نہ سمجھیں، اس میں بڑی مشقت ہے اور ایسے حالات پیش آئیں گے۔

[۲] کون سا حج افضل ہے؟

اس آدمی نے دوسرا سوال یہ کیا اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ اے اللہ کے رسولؐ! حج کون سا افضل ہے؟ یعنی کس کیفیت سے ادا کیا ہوا حج افضل ہوتا ہے، جناب رسول اللہؐ نے پھر دو الفاظ میں بڑی جامع باتیں ارشاد فرمائیں، فرمایا اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ عج کہتے ہیں تلبیہ کی آواز کو بلند کرنا۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ اس کو تلبیہ کہتے ہیں، یہ بخاری شریف میں موجود ہے، یہ تمام خواتین و حضرات کو یاد کر لینا چاہئے، جب آپ عمرے کیلئے جائیں گے تو احرام باندھتے ہی یہ شروع ہو جاتا ہے اور حجرِ اسود تک پہنچنے اور اس کا استلام کرنے تک اس کو مسلسل پڑھنا ہوتا ہے۔

اگر کسی کا حج قران ہے اور اس نے پہلے سے احرام باندھا ہوا ہے تو الگ بات ہے، تاہم عموماً آٹھ تاریخ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو حج کا احرام باندھ لیتے ہیں، اس وقت سے لے کر جب تک جمرۂ عقبہ کی رمی نہیں ہو جاتی، یعنی پہلے دن بڑے شیطان کو جو کنکریاں ماری جاتی ہیں، اس پہلی کنکری مارنے تک تلبیہ پڑھتے رہنا چاہیے، یہ حج کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے اس لیے تمام خواتین وحضرات اس تلبیہ کو یاد رکھنا چاہیے، میں نے دیکھا ہے کہ لوگ اس کو یاد نہیں کرتے، پھر دوسروں سے کہلواتے رہتے ہیں، اس کی وجہ سے دوسروں کی عبادت میں کافی خلل پیدا ہوتا ہے، طواف میں شور شرابہ ہوتا ہے، ایک آدمی کہلوا رہا ہے اور پچاس آدمی آوازیں بلند کر رہے ہیں، دوسرے آدمی جو اپنا ذکر واذکار کر رہے ہوتے ہیں ان کیلئے بڑا خلل ہوتا ہے اور مصیبت بن جاتی ہے، لہٰذا ہر آدمی کو اپنا یاد ہونا چاہیے تاکہ اپنا اپنا پڑھے۔

الغرض افضل حج وہ ہے جس میں تلبیہ بلند کیا جاتا ہے، حج کے دوران کسی سے ملیں، سلام لیں، پہاڑی پر چڑھیں یا اتریں، جہاں جائیں ہر موقع پر تلبیہ پڑھنا چاہیے۔

دوسری بات آپؐ نے یہ ارشاد فرمائی وَالثَّجُّ افضل حج وہ ہے جس میں ہدی کے جانور کا خون بہایا جائے، جسے حج کی قربانی کہتے ہیں۔ ایک تو عام قربانی ہوتی ہے جو ہر سال صاحب استطاعت لوگوں پر واجب ہے، ایک حج کی قربانی ہوتی ہے، فرمایا کہ جس حج میں قربانی دینی ہو وہ حج افضل ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہؐ نے حجِ قران ادا فرمایا تھا، اس میں چونکہ مشقت بہت زیادہ ہوتی ہے، احرام کافی دیر باندھنا پڑتا ہے، سہولت حجِ تمتع میں ہے، اس میں وہاں جا کر آدمی عمرہ کر لیتا ہے، پھر احرام کھول دیتا ہے، اس کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ لیتا ہے اور چند دنوں میں حج پورا کر لیتا ہے۔ حجِ اِفراد، جو صرف حج ہوتا ہے، اس میں قربانی نہیں ہوتی وہ اہل مکہ کا ہوتا ہے، باہر سے جو لوگ جاتے ہیں وہ یا تو حج قران کرتے ہیں یا حجِ تمتع کرتے ہیں۔

[۳] راہِ حج کی ضروریات کیا ہیں؟

اس آدمی نے تیسرا سوال یہ کیا یا رسول اللہ وَمَا السَّبِيْلُ حج کیلئے راستے کا کیا طریقہ کار ہے، راستے کی کیا ضروریات ہیں، جناب رسول اللہؐ نے پھر بڑے جامع انداز میں دو لفظ میں جواب ارشاد فرمایا، آپ نے فرمایا اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ ایک تو اس کے پاس توشہ ہونا چاہیے، یہاں سے وہاں پہنچنے تک اور پیچھے گھر میں بال بچوں کی ساری ضروریات پوری ہونی چاہئیں، جو اس کے ذمے ہیں، پھر وہاں قربانی کیلئے بھی پیسے درکار ہوتے ہیں، یمن کے لوگ جب حج کیلئے جاتے تو صرف ایک چادر ساتھ رکھتے اور کہتے کہ ہم توکل کر کے حج کیلئے جا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہے ہیں، پھر وہاں جا کر پریشانی ہوتی تو لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ تقویٰ نہیں ہے، حج کیلئے اس کی ضروریات پوری ہونی چاہئیں، چنانچہ زاد میں یہ سب کچھ آئے گا، کھانا پینا، دورانِ سفر اور وہاں کی دیگر ضروریات، آنے جانے کا جہاز کا ٹکٹ اور پیچھے بال بچوں کی ضروریات وغیرہ۔

دوسری بات آپ نے یہ ارشاد فرمائی وَالـرَّاحِلَةُ اور اونٹنی ہونی چاہئے۔نزولِ قرآن کے زمانہ میں یہ سب سے تیز رفتار سواری تھی، زیادہ لمبا سفر کرنا ہوتا تو اونٹنی پر سواری کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حج اور عمرے

اِس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک بڑا اونٹ پالا ہوا تھا، بڑا مضبوط اور توانا تھا، فرمایا کرتے تھے اس پر دس آدمی بھی بیٹھ جائیں تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ سفر بہت کرتے تھے، جناب رسول اللہؐ سے حج کی باتیں سن سن کر اور ان کو دیکھ دیکھ کر بالکل ان کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے، آپؓ حجۃ الوداع میں بھی شریک ہوئے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ساٹھ مرتبہ حج کیا، آپ ذرا تصور کریں، اُس وقت مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک اونٹ پر کم از کم دس دن لگتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے اونٹ پالا ہوا تھا، اس کے ساتھ گھوڑا بھی رکھا ہوا تھا، سفر میں دونوں ساتھ رکھتے تھے، کبھی اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی گھوڑے پر، اپنے ساتھ جانور کو بھی سہولت دیتے تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں ساٹھ حج اور ایک ہزار عمرے کیے ہیں، کہنے کو یہ بہت آسان بات ہے، لیکن اس کو کرنا بہت مشکل ہے، ایک عمرہ ادا کریں تو آدمی کو پتہ چل جاتا ہے کہ کیا کیفیت ہوتی ہے، اس زمانے میں لوگوں کا بڑا شوق تھا۔

حضرت عطا بن ابی رباحؒ کے حج

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے استاذ حضرت عطا بن ابی رباحؒ تابعین میں سے ہیں، بہت بڑے عالم تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے لوگ ان کے سامنے زانوئے تلمذ ٹیکتے تھے، خود اندازہ لگائیں کہ کتنے بڑے عالم ہوں گے، عجمی تھے، بدصورتی کی ساری علامتیں ان میں موجود تھیں، ظاہری طور پر ان میں کوئی خوبصورتی نہیں تھی، ان کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ستر حج کیے۔

لگاتار حج اور عمرہ کرنے کے فوائد

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حج اور عمرہ لگاتار کرتے رہا کرو، فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ یہ فقر کو اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حج اور عمرہ کیا تو پیسے لگ جائیں گے، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ فقر ختم ہو جائے گا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ برکت دے گا۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا یہ گناہوں کو ایسے ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔

حجِ مبرور

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حجِ مبرور کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سوائے جنت کے اور کوئی جزا نہیں ہے۔ جناب رسول اللہؐ اسی وجہ سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا وَسَعْيًا مَّشْكُوْرًا۔ حج مبرور اس کو کہتے ہیں اس کے بعد انسان میں کوئی تبدیلی آ جائے، نیکی کا جذبہ پیدا ہو جائے، اگر وہی پہلے والی کیفیت ہے یا اس سے بھی زیادہ چھرا چلانے لگا ہے تو سمجھیں اس کیلئے حج وبال بن گیا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو رکنِ اسلام حج کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، جن خواتین وحضرات پر حج فرض ہے ان کو جتنی جلدی ممکن ہو اپنا یہ فریضہ ادا کر لینا چاہئے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو بار بار حج اور عمرے کی توفیق نصیب فرمائے۔

دعائیہ کلمات

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام بیماروں کو شفا عطا فرمائے، جو وفات پا چکے ہیں ان کی بخشش ومغفرت فرمائے، ہمارے ملک کے حالات کو درست فرمائے، جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دینِ حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۸، اگست ۲۰۱۷ء)

......☆......☆......☆......☆......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد ابوبکر حنفی شیخوپوری

حکمت وبصیرت: گفتگو کا اہم اصول اور بنیادی اسلوب

دورِ حاضر کا یہ المیہ ہے کہ معاشرہ دن بدن تنزلی کی طرف جا رہا ہے، جرائم کی شرح خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے، انسانی اوصاف اور اسلامی اقدار سے امت کوسوں دور جا چکی ہے، باہمی رویوں میں شدت اور تلخی کا عالم یہ ہے کہ معمولی باتوں کو بنیاد بنا کر دیرینہ تعلقات اور رشتہ داری کے تقدس کو پامال کر دیا جاتا ہے اور طویل تنازعات کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے، ایک دوسرے کا احساس کرنے اور مشکل وقت میں ایک دوسرے کا دست و بازو بننے کی روایتیں دم توڑتی جا رہی ہیں۔ ''ہٹو بچو'' کے شور اور مادیت کی دوڑ میں بلا تفریق ہر ایک کو ہم روندتے چلے جا رہے ہیں۔ گالی گلوچ، بدزبانی، بدگمانی، جھوٹ، فریب، ظلم و زیادتی، حق تلفی اور عدمِ برداشت جیسے اخلاقِ رذیلہ ہمارا شعار بن چکے ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا امت میں واعظین کی کمی ہے؟ کیا علم و دانش کی درسگاہیں مقفل ہوگئی ہیں؟ کیا منبر و محراب کے سب وارثین اور مسند نشیں کسی اور جزیرے میں جا کر آباد ہو گئے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، ناصحین کی بھی بہتات ہے، مبلغین بھی بے شمار ہیں، تلقین و ارشاد کی مسندوں پر جلوہ افروز راہبران امت بھی ہر خطے اور ہر طبقے میں موجود ہیں، پھر اصل معمہ کیا ہے؟ معاشرے کی اس گرتی ہوئی ساکھ کا سبب کیا ہے؟ ......حقائق کی روشنی میں اور گرد و پیش کے ماحول کی معروضی صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ وعظ و نصیحت کے جو بنیادی اصول تھے اور سامعین سے گفتگو کی جو اسلامی ہدایات تھیں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے گھنٹوں کی تقریریں اور طویل ترین لیکچرز سامعین کو متاثر کرنے میں ناکام ہیں، لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ گفتگو سے پہلے اس حوالے سے قرآنی ارشادات اور نبوی تعلیمات کو مدِ نظر رکھا جائے۔

گفتگو کا حکیمانہ اسلوب

گفتگو کا سب سے اہم اور بنیادی اصول حکمت و بصیرت ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

’’(اے پیغمبرؐ) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی طرف بلایئے اور ان سے اس طریقے سے بحث کیجئے جو نہایت عمدہ ہے‘‘ (النحل: ۱۲۵) حکمت و بصیرت کا لفظ اپنے معنی اور مفہوم میں بہت وسعت رکھتا ہے، اس کے عموم میں بہت سی چیزیں شامل ہیں اور اس کے بہت سے تقاضے ہیں۔ حکمت و بصیرت کے کیا تقاضے ہیں؟ آیئے! قرآن وسنت کی روشنی میں ان پر ایک واقعاتی اور مطالعاتی نگاہ ڈالتے ہیں۔

۱۔ اخلاص نیت

حکمت و بصیرت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ واعظ کی نیت میں اخلاص ہونا چاہئے، اس کے پیشِ نظر صرف یہ بات ہو کہ لوگ راہِ راست پر آجائیں اور اعتقادی اور عملی طور پر ان کی اصلاح ہو جائے، اس طرح یہ عمل میرے لئے صدقہ جاریہ بن جائے، خدانخواستہ اگر اس کا ارادہ یہ ہوا کہ لوگ میرے اندازِ گفتگو اور حسنِ بیان کی تعریف کرتے ہوئے واہ واہ کہیں، میرے علم وفضل کی داد دیں، میں شہرت اور ناموری کے بامِ عروج تک پہنچ جاؤں، میرے مریدین اور متعلقین کی تعداد میں اضافہ ہو جائے اور نذرانوں کی گھڑیاں میری دہلیز تک پہنچنا شروع ہو جائیں تو یقین کیجئے! کہ آپ کی یہ تقریریں نہ صرف یہ کہ غیر مؤثر، بیکار اور ثواب سے خالی ثابت ہوں گی بلکہ نیت کی خرابی کی وجہ سے آپ کے لئے وبالِ جان بنیں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں ایسے واعظ کے لئے قیامت کے دن حسرت کا مقام ہوگا کہ اس کے سامعین اس کی باتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے جنت کے حق دار قرار پائیں گے اور یہ خود جہنم کا ایندھن بنے گا۔

۲۔ موقع کی مناسبت کا لحاظ

حکمت و بصیرت کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو موقع اور محل کی مناسبت سے ہونی چاہئے، جس بات کے کرنے میں واعظ اس بات کا اندیشہ محسوس کرے کہ اس سے لوگوں میں بحث وتمحیص کا ایک غیر ضروری سلسلہ شروع ہو جائے گا اور وہ تعمیری سوچ رکھنے کی بجائے اس کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھیں گے تو ایسی چیز کے بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۳۔ مخاطب کی عزتِ نفس کا لحاظ

حکمت و بصیرت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اپنے وعظ و بیان میں عمومی اصلاح کی بات کی جائے اور اگر کسی معاشرتی خرابی کی اصلاح مقصود ہو تو متعین طور پر کسی شخص کا ذکر کر کے اس کے گناہ کا تذکرہ نہ کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے، ورنہ آپ کا یہ طرزِ بیان اس سامع کو نصیحت سے بہرہ ور ہونے کی بجائے اس کے دل میں آپ کی نفرت پیدا کر دے گا اور وہ شخص زندگی آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ مبارکہ کے مطالعہ سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ اصلاح احوال کے جذبے سے نصیحت تو کی جائے لیکن کسی کے عیوب کو آشکار کر کے اس کی فضیحت نہ کی جائے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اثناء وعظ میں بسا اوقات یہ جملہ ارشاد فرماتے ''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسے ایسے کرنے لگ گئے ہیں''۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص زنا کا ارتکاب کر کے آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قلبی بصیرت نگاہِ دل سے اس کو پہچان لیا تو فرمایا ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے''۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس حکیمانہ طرزِ گفتگو سے اس کو تنبیہ بھی ہوگئی اور اس کا عیب بھی صیغہ راز میں رہا۔

۴۔ مخاطب کی ذہنی استعداد کا لحاظ

حکمت وبصیرت کا چوتھا تقاضا یہ ہے کہ مخاطب کی ذہنی استعداد اور عقلی سطح کے مطابق اس سے بات کی جائے، اگر وہ ایسا سادہ لوح آدمی ہے جو فنی اصطلاحات اور علمی نکات سے واقف نہیں تو اس کے سامنے ایسی چیزوں کو بیان نہ کیا جائے، بلکہ سادہ طرزِ تخاطب اور عام اندازِ تکلم سے اس کو سمجھایا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''لوگوں کو ان کے مرتبے پر رکھ کر ان سے سلوک کرو اور ان کی عقلوں (کی وسعت) کے مطابق ان سے کلام کرو''۔ اس سلسلہ میں علاقائی زبان رائج محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال بہت زیادہ مفید اور بات کی تفہیم میں معاون اور مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

۵۔ اختلاف کے وقت شائستگی

حکمت وبصیرت کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو بیان اور دوسرے کے موقف سے اختلاف کرتے وقت تہذیب، شائستگی اور وقار کو ملحوظ رکھا جائے، اختلاف ذات سے نہیں، بات سے اور ذلیل کر کے نہیں، دلیل دے کر کیا جائے۔ یہی نبوی طرز اور قرآنی حکم ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''(اے پیغمبر) ان (یہودیوں) سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے'' (النحل)

اندازہ کیجئے! یہودی جو غیر مسلم ہیں ان سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے احسن طریقہ اختیار کرنے کا حکم ہے تو ایک مسلمان شخص سے گفتگو میں اچھا رویہ رکھنے کی کس قدر تاکید ہوگی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گفتگو: مولانا زاہد الراشدی

تحریر و ترتیب: حافظ کامران حیدر

ایمان بالغیب کی مختلف صورتیں

(۱۹ مئی ۲۰۲۳ء کو مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب)

بعد الحمد والصلوٰۃ!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متقین کا پہلا وصف یہ بیان فرمایا ہے الذین یومنون بالغیب کہ متقین عالم غیب پر ایمان رکھتے ہیں، ان دیکھی چیزوں کو بھی مانتے ہیں۔ جو چیزیں نظر آتی ہیں اور محسوس ہوتی ہیں ان کو بھی مانتے ہیں، ان کو تو ہر آدمی مانتا ہے لیکن کائنات میں بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں، نہ محسوس ہوتی ہیں اور نہ سمجھ آتی ہیں۔ مشاہدات، محسوسات اور معقولات انسان کے اختیار کے تین دائرے ہیں، لیکن کائنات بہت بکھری ہوئی ہے، ہر چیز نہ دیکھنے میں آتی ہے، نہ محسوس کرنے میں آتی ہے اور نہ سمجھ میں آتی ہے جب کہ مومن کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی بات پر یقین رکھتے ہوئے ان دیکھی اور ان سمجھی باتوں پر بھی ایمان لاتا ہے۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تو بس ٹھیک ہے۔ سمجھ میں آئے تب بھی اور سمجھ میں نہ آئے تب بھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات فرمائی ہے تو اس کو تسلیم کرے چاہے نظر آ رہی ہو یا نظر نہ آ رہی ہو، سمجھ میں آ رہی ہو یا سمجھ میں نہ آ رہی ہو، یہ ایمان بالغیب ہے۔

آج کی دنیا میں جو شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں یا پیدا کیے جا رہے ہیں، جن کی بنیاد سائنس بتائی جاتی ہے۔ ان میں یہ ہے کہ جو چیز نظر نہیں آتی یا جو چیز محسوس نہیں ہوتی اس کا انکار کر دو۔ آپ آج کے جدید تعلیم یافتہ لوگوں بات کریں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ چیز کہاں ہے اور کیوں ہے؟ نظر تو نہیں آ رہی، محسوس نہیں ہو رہی۔ اس بنیاد پر کہ نظر نہیں آ رہی، محسوس نہیں ہوتی تو انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ بہت سی چیزیں ہمارے اردگرد موجود ہوتی ہیں، گھومتی رہتی ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتیں، محسوس نہیں ہوتیں۔ لیکن ہم ان کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر ایک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

واقعہ مثال کے طور پر عرض کرنا چاہوں گا۔

ایک مرتبہ ایک نوجوان نے مجھ سے پوچھا کہ کیا فرشتے موجود ہیں؟ میں نے کہا موجود ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا ایک دائیں کندھے پر، ایک بائیں کندھے پر۔ اس نے کہا نظر تو نہیں آ رہے، اور محسوس نہیں ہو رہے۔ میں نے کہا کہ موجود ہونے کے لئے نظر آنا یا محسوس ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ موبائل تمہارے پاس بھی ہے اور میرے پاس بھی ہے۔ اس سے امریکہ میں بیٹھے دوست سے ویڈیو کال ہو جاتی ہے۔ جس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی باتیں سن رہے ہوتے ہیں۔ دیوار سے پیچھے تو ہمیں کوئی نظر نہیں آتا لیکن واشنگٹن میں بیٹھا ہوا شخص نظر آ جاتا ہے۔ دیوار سے ادھر بیٹھا ہوا آدمی مجھے نہیں سن رہا لیکن ٹوکیو میں بیٹھا ہوا سن رہا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جسے ہر کوئی تسلیم کرتا ہے۔ تو اس کا سورس کیا ہے؟ درمیان میں کوئی تار نہیں ہے، کوئی لنک نہیں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ درمیان کا سورس بتاؤ کیا ہے؟ اس نے کہا سائنس کہتی ہے کہ فضا میں لہریں ہیں۔ لہریں آواز لے آتی ہیں اور لے جاتی ہیں۔ فضا میں موجود لہریں تصویر لے جاتی ہیں اور لے آتی ہیں۔

درمیان میں یہ بھی عرض کردوں کہ لہریں اس آواز اور تصویر کو پہلے خلا میں لے کر جاتی ہیں پھر اسے واپس لاتی ہیں۔ آواز اور تصویر کو خلا میں لے جانے اور واپس لانے میں چند سیکنڈ درکار ہوتے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ لہریں موجود ہیں؟ اس نے کہا جی موجود ہیں۔ کام کر رہی ہیں؟ اس نے کہا جی کر رہی ہیں۔ جام بھی ہو جاتی ہیں؟ اس نے کہا جی! تو میں نے کہا ایک چیز موجود ہے۔ مسلسل چوبیس گھنٹے کام کر رہی ہے، رک بھی جاتی ہے، کنٹرول بھی ہو جاتی ہے اور آزاد بھی ہو جاتی ہے۔ تو ان لہروں میں سے دو لہریں تم دکھا دو۔ چار فرشتے میں دکھا دیتا ہوں۔ اس لیے میں نے عرض کیا کہ کسی چیز کے موجود ہونے کے لیے اس کا نظر آنا ضروری نہیں ہے۔

میں ایک اور بات شامل کروں گا کہ یہ لہریں ماہرین کو محسوس ہو جاتی ہیں، جو ان کو کنٹرول کرتے ہیں، کھول دیتے ہیں، کبھی جام کر دیتے ہیں۔ ان کو یہ لہریں کسی درجے میں محسوس ہوتی ہیں تبھی تو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس کا کورس اور ڈپلومہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ فرشتوں کے نیٹ ورک کا بھی ایک کورس اور ڈپلومہ ہے۔ کچھ عرصہ اللہ والوں کے پاس گزارو، فرشتے بھی محسوس ہوں گے۔ لیکن اس کے لیے مہارت شرط ہے، تھیوری اور اس کے ساتھ پریکٹیکل شرط ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہر حال قرآن مجید میں متقین کی پہلی صفت ایمان بالغیب بیان فرمائی گئی۔ ایمان بالغیب کا درجہ بھی ہے اور فضیلت بھی ہے۔ دیکھ کر ماننا تو ہوتا ہی ہے، لیکن بغیر دیکھے ماننا بھی ہوتا ہے۔ محسوس کر کے ماننا بھی ماننا ہی ہے، لیکن بغیر محسوس کئے ماننا بڑا ماننا ہے۔ سمجھ کر ماننا بھی ماننا ہے لیکن بغیر سمجھے ماننا اصل ماننا ہے کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا تب بھی مان لینا اصل ماننا تو یہ ہے۔ اس پر ایک دو واقعات عرض کرنا چاہوں گا۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک دفعہ سورج گرہن لگ گیا۔ چاشت کا وقت تھا اور اندھیرا چھا گیا۔ ایسے موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ یہ ہے کہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ کوئی بھی انجانا معاملہ ہوتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ آندھی آ جائے، زلزلہ آ جائے، سورج گرہن لگ جائے، چاند گرہن لگ جائے، ہر موقع پر نماز کی ترغیب دی ہے۔ ہمارا تو اول آخر نماز ہی ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھیں گے۔ لوگ مسجد میں اکٹھے ہو گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھائی۔ جب تک سورج گرہن رہا آپ نماز میں ہی رہے۔ لمبا قیام، لمبا رکوع اور لمبا سجدہ فرمایا۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جب نماز پوری ہوئی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، خطبہ میں ایک بات کی وضاحت فرمائی۔ انہی دنوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم بیٹے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تھا۔ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ سورج نے ابراہیم کا غم منایا ہے۔ انسانی فکر کی اپروچ یہیں تک ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو اس کی وضاحت فرمائی کہ سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہے۔ کسی کی زندگی اور موت سے انہیں کچھ نہیں ہوتا، ان کی اپنی روٹین ہے۔ کسی کی زندگی موت سے انہیں فرق نہیں پڑتا اور فرمایا کہ جب بھی ایسا موقع آ جائے تو نماز پڑھو۔ پھر فرمایا کہ ابھی میں نے جو نماز پڑھائی۔ نماز کے دوران اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ مناظر دکھائے۔ دو منظر مقتدیوں نے بھی دیکھے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام میں قراءت فرما رہے تھے کہ اچانک ہاتھ کو آگے کی طرف بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑنا چاہ رہے ہوں اور پھر ہاتھ پیچھے کر لیا۔ صحابہ کرامؓ حیران تھے کہ ایسے کیوں کیا۔ تھوڑی دیر بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر پیچھے ہٹے، جیسے آدمی پر حملہ ہو تو گھبرا کر اچانک پیچھے ہٹتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے نماز میں دیکھا ہوگا کہ میں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر پیچھے کر لیا اور کچھ دیر بعد گھبرا کر پیچھے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہٹا۔ دراصل نماز میں اللہ رب العزت نے مجھے جنت اور دوزخ کے مناظر دکھائے ہیں۔ فی عرض ھذا الحائط اس دیوار کی سطح پر یعنی قبلے کی دیوار پر مجھے جنت بھی دکھائی ہے اور دوزخ بھی دکھائی ہے۔

میں اس کے ساتھ یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے بہت سی باتیں سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں، لیکن اب سمجھ آ رہی ہیں۔ بہت سی باتیں آج سمجھ میں آنے والی نہیں ہیں لیکن ایک وقت آئے گا کہ یہ بھی سمجھ میں آ جائیں گی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جلدی کس بات کی ہے ذرا انتظار کرو۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جس نے ذرہ برابر بھی خیر کا کام کیا وہ اسے دیکھے گا، جس نے ذرہ کے برابر شر کا کام کیا وہ اسے دیکھے گا۔ آج تک ہم اس میں مختلف توجیہات کرتے آ رہے تھے کہ عمل تو گزر گیا تو آدمی کیا دیکھے گا۔ عمل کو کیسے دیکھے گا، اس لیے ہم توجیہات کیا کرتے تھے کہ عمل کا نتیجہ دیکھے گا، اپنے عمل کی خبر دیکھے گا۔ لیکن اب اس میں کسی توجیہہ کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنے عمل کو کیسے دیکھے گا۔ اب تو ہم کوئی عمل کرتے ہیں تو خود کو دوبارہ وہ عمل کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی کام کیا، ریکارڈ میں آ گیا تو اسے جتنی بار مرضی ہے دیکھ سکتے ہیں۔ چاہے ہزار دفعہ دیکھیں کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یا جیسے ہم نے ایک بات کی، ریکارڈ پر آ گئی تو اس بات کو جتنی مرتبہ مرضی ہے سن لیں، سننے کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔ جس زمانے میں اپنے عمل کو دیکھنا سمجھ میں نہیں آتا تھا تو توجیہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ اب کسی توجیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حشر کے مناظر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو پیش کیا جائے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا تم نے فلاں کام کیا تھا؟ وہ انکار کرے گا، حالانکہ فرشتوں نے لکھا ہوا ہے۔ ان سے پوچھا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اس نے یہ کام کیا تھا۔ انسان اتنا ڈھیٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ کی قسم اٹھا کر کہے گا واللہ ربنا ماکنا مشرکین اے اللہ! تیری قسم میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس سے بڑی ڈھٹائی کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ٹھیک ہے، یہ نہیں مان رہا تو اس کو خود کو عمل کرتا ہوا دکھاؤ۔ چنانچہ فرشتے اسے وہ عمل کرتا ہوا دکھائیں گے، جس پر وہ سر جھکا لے گا۔ کسی عمل کو اپنی آنکھوں سے خود کرتے ہوئے دیکھنا پچاس سال پہلے ہمارے ہاں اس کا تصور نہیں تھا۔ لیکن اب ہم عمل کرتے ہیں اور بعد میں اسے دیکھتے ہیں بلکہ دیکھتے رہتے ہیں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس دیوار کی سطح پر جنت اور دوزخ کے مناظر دکھائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گئے۔ان میں ایک منظر یہ تھا کہ جنت کے انگوروں کے گچھے میرے سامنے آ گئے۔ میں نے پکڑنے کے لیے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا۔میرا جی چاہا کہ میں اس میں سے تمہیں چکھاؤں تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ جنت کے انگور کیسے ہیں، لیکن میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں گھبرا کر پیچھے ہٹا ہوں تو اس وقت دوزخ کی آگ میرے سامنے آئی تھی تو میں گھبرا کر پیچھے ہٹا تھا۔اسی موقع پر فرمایا کہ میں نے جہنم میں ایک عورت کو جلتے دیکھا ہے۔اس لیے کہ اس نے ایک بلی رکھی ہوئی تھی جسے کھلاتی پلاتی نہیں تھی۔ایک دن بلی کو کمرے میں بند کر کے کہیں چلی گئی، وہ بلی مرگئی تو اس کی سزا میں وہ جہنم میں جل رہی تھی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مناظر بیان فرما رہے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے پوچھا جب آپ کو جنت کے انگور دکھائے گئے تھے، آپ نے پکڑنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا،ہمیں کھلانے کا موڈ بھی بنا لیا تھا اور ہاتھ بھی بڑھا لیا تھا تو پھر چھوڑ کیوں دیا؟ ایک گچھا ہمیں چکھا دیتے۔اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے مزے کا جواب دیا۔ارشاد فرمایا کہ میں نے اس لیے چھوڑ دیا کہ اگر میں انگور پکڑ لیتا،تمہیں چکھا دیتا اور تم جنت کا مزہ ایک دفعہ چکھ لیتے تو دنیا کی ساری نعمتیں تمہارے لئے بے لذت ہو جاتیں۔اور چھوڑنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب تو تم جنت کو میرے کہنے پر مانتے ہو۔اگر تم چکھ کر مانتے تو کیا مانتے۔تمہارے ایمان بالغیب کا درجہ قائم نہ رہتا،تمہارے ایمان کا گریڈ کم ہو جاتا۔اب تو تم جنت کو مانتے ہو اس لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔بغیر دیکھے جنت کی ساری نعمتوں کو مانتے ہیں۔چکھ کر مانا تو کیا مانا۔ایمان بالغیب کا اپنا درجہ ہے کہ خبر پر ایمان لانا ہے۔دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور سب سے پکی خبر اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ان سے زیادہ سچی خبر کس کی ہو سکتی ہے۔اس پر ایمان ہونا چاہیے کہ انہوں نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

ایمان بالغیب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق ہم تم کو اپنی نشانیاں دکھاتے چلے جائیں گے آفاق میں بھی اور تمہارے اپنے نفسوں میں بھی، یہاں تک کہ تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہی حق ہے۔میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سائنس کا موضوع بیان فرمایا ہے۔سائنس کائنات میں چھپی ہوئی چیزوں کو دریافت کرنے اور انہیں استعمال میں لانے کا نام ہے۔قرآن مجید نے اس کا موضوع یہ بیان فرمایا کہ تم آفاق میں جو چیزیں دیکھو گے انہیں دیکھ کر مجھے ماننا پڑے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی پیشنگو ئیاں فرمائی ہیں۔ جن میں سے بہت سی پوری ہوگئی ہیں، بہت سی پوری ہو رہی ہیں اور باقی پوری ہو کر رہیں گی۔ ایک دفعہ لاہور میں سیمینار تھا۔ سیمینار کا موضوع یہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کی تطبیق کیسے ہوگی؟ میں نے کہا کہ ان کو ان کے وقت کے لئے چھوڑ دو، اپنے وقت پر پوری ہو جائیں گی۔ جب کہ بعض لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر پیشنگوئی کو اپنے زمانے میں فٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر بات کو پورا کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ ہوگا، یہ نہیں فرمایا کہ تم کرو گے۔ میں نے ایک دفعہ اپنے استاد محترم سے سوال کیا کہ فلاں علامت کب پوری ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے ذمے اس کے آنے پر اسے مان لینا ہے، اسے لانا ہمارے ذمے نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی فرمائی ہے کہ یہ ہوگا۔ تو جب وہ ہو جائے گا تو ہم نے اسے ماننا ہے، اسے کرنا ہمارے ذمے نہیں ہے۔ جبکہ ہم بسا اوقات کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے مہدی آئیں گے۔ وہ اپنے وقت پر آئیں گے، لیکن ہم ہر زمانے میں دو چار مہدی کھڑے کر دیتے ہیں۔ اس پیشگوئی پر کہ امام مہدی آئیں گے، امت میں کتنے مہدی کھڑے ہو چکے ہیں۔ مہدویت کے دو چار مدعی ہر زمانے میں رہے ہیں کہ میں مہدی ہوں۔ میں نے کہا کہ مہدی اپنے وقت پر ہی آئیں گے، ہماری بس اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی فکر کریں کہ جب امام مہدی آئیں گے تو ہم ان کے مقابل کھڑے نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ہمارا بس اتنا ہی کام ہے۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہیکہ ہمیں یہ فکر ہو کہ اگر وہ ہماری زندگی میں آ جائیں تو ہم کہیں ان کے مقابل کھڑا نہ ہوں، بلکہ ان کے کیمپ میں کھڑے ہوں۔

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں کبھی کبھی بہت جلدی ہوتی ہے کہ ہم ہر پیشگوئی کو اپنے دور میں پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں سے کھینچ تان کر لے آئیں۔ اس لیے میں نے عرض کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں پیش گوئیاں ہیں۔ جن میں سے بہت سی پوری ہوگئی ہیں، بہت سی پوری ہو رہی ہیں اور بہت سی اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔ ہمیں انہیں کھینچ کر لانے کی کوشش نہیں کرنی، بلکہ ہمارا کام یہ ہے کہ جب آ جائیں گی تو ان پر ایمان لانا ہے۔ اسی حوالے سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ جب ہم نے تو دجال کے حوالے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے یہ حدیث پڑھی کہ دجال دنیا میں گھومے پھرے گا، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ مدینہ کا محاصرہ کرلے گا۔ حدیث میں ہے الملائکۃ یحرسون علی انقاب المدینۃ مدینہ کی سرنگوں پر فرشتے پہرے دے رہے ہوں گے۔ میں نے پچپن سال پہلے یہ روایت پڑھی تو اس وقت مدینہ میں کوئی سرنگ نہیں تھی اور اب سرنگیں ہی سرنگیں ہیں۔ اس وقت مجھے سرنگ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مدینہ میں تو سرنگ ہے ہی نہیں۔ اب الحمد اللہ اس رمضان میں تین چار سرنگیں تو میں نے بھی عبور کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا رہوں گا حتی کہ تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہی حق ہے۔

اسی طرح مشہور حدیث ہم سنتے رہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس اور ایک روایت کے مطابق ستر دجال کذاب ہوں گے۔ یعنی کل ستر ہوں گے ان میں بڑے بڑے تیس کذاب اور دجال ہوں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ وہ دجال اور کذاب ہوں گے، ان کا دعویٰ دجل، فریب اور جھوٹ ہوگا۔ یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ اس کے مطابق بہت سے مدعیان نبوت آ چکے ہیں اور بہت سے ابھی آنے ہیں۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی پیشگوئیاں فرمائی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے پر فرمائی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے خود دی تھی تو آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ فلاں کام ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ یہ ہوگا تو لازماً ہوگا۔

ایمان بالغیب کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ان دیکھی چیزیں مانتے ہیں۔ قرآن مجید اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے حالات کی جو پیشگوئیاں کی ہیں ان کو بھی بغیر دیکھے، بغیر سمجھے مانتے ہیں، اور جن چیزوں کی موجودگی کا فرمایا ہے ان کو بھی اسی طرح مانتے ہیں۔

ایمان بالغیب کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر آنکھیں بند کر کے ایمان لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بات کہہ دی ہے تو آمنا وصدقنا، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات ارشاد فرما دی تو ہمیں اسے کریدنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ کیسے ہوگا، کیوں ہوگا، کب ہوگا۔ اپنے وقت پر ہوگا۔ ہم نہ وقت کے پابند ہیں، نہ کیفیت کے پابند ہیں، بلکہ ہم صرف ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اصل بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ایمان لانا ہے۔ ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ پر، جناب نبی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فرمودات پر ایمان ہو۔ ایمان بالغیب کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہہ دی، آنکھیں بند کر کے اسے مان لیں۔ بہت سی چیزیں نظر آ رہی ہوں گی، بہت سی نظر نہیں آ رہی ہوں گی۔ کچھ محسوس ہو رہی ہوں گی، کچھ محسوس نہیں ہو رہی ہوں گی، کچھ سمجھ میں آ رہی ہوں گی بہت سی سمجھ میں نہیں آئیں گی، بلکہ نظر آنے والی چیزوں سے نظر نہ آنے والی چیزیں زیادہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے۔ یہ ہے الذین یومنون بالغیب۔

آج اس ایمان بالغیب کو پکا کرنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ آج کل ہم اس حوالے سے زیادہ شکوک و شبہات کا شکار ہو رہے ہیں کہ یہ بات سمجھ تو آ نہیں رہی۔ لہٰذا یہ کیسے ہوگا؟ اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ کیا ہماری سمجھ معیار ہے؟ سمجھ میں نہیں آ رہی تو کیا ضروری ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تو کسی اور کی سمجھ میں بھی نہ آ رہی ہو۔ دنیا میں سات آٹھ ارب انسان بستے ہیں۔ سب کی سمجھ برابر نہیں ہے۔ کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی اور کسی کی سمجھ میں آ رہی ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بات ہر آدمی کی سمجھ میں آئے؟ اور سمجھ کا معیار زمانے کے اعتبار سے بھی مختلف ہے۔ بہت سی باتیں پچاس سال پہلے سمجھ میں نہیں آتی تھیں، مگر آج سمجھ آ رہی ہیں۔ جیسا کہ میں نے چند ایک باتوں کا حوالہ دیا ہے اس لیے ہماری سمجھ معیار اور کسوٹی نہیں ہے۔ کوئی بات آج سمجھ میں نہیں آ رہی تو پچاس سال بعد سمجھ آ جائے گی۔ جب سمجھ کا دائرہ اور لیول ایک نہیں ہے تو سمجھ معیار کیسے بن گئی، عقل کیسے معیار بن گئی۔ ایک آدمی کی عقل کا دائرہ اور ہے دوسرے کی عقل کا دائرہ اور ہے، کل کی عقل کا دائرہ اور تھا، آج کی عقل کا دائرہ اور ہے۔ اس لیے عقل کو معیار نہیں بنایا جا سکتا کہ جو بات سمجھ اور عقل میں نہ آئے اس کا انکار کر دیا جائے۔ عقل اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن عقل کسی بھی بات کو سمجھنے کے لئے ہے، فیصلہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ فیصلہ وحی کرتی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے آغاز میں متقین کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نظر آنے والی، محسوس ہونے والی چیزوں کو بھی مانتے ہیں اور عالم غیب یعنی جو چیزیں محسوس نہیں ہوتیں، نظر نہیں آتیں، لیکن وجود رکھتی ہیں، ان کو بھی مانتے ہیں۔ متقین عالم غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

آخر میں ملک کی عمومی صورتحال پر اور گزشتہ دنوں جو واقعات ہوئے اس پر دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ سیاست نام ہی اختلاف، گروہ بندی اور جماعت سازی کا ہے۔ سیاست میں گروہ بندی بھی ہوگی، آمنے سامنے بھی ہوں گے، اختلاف بھی ہوگا، لیکن اختلاف کے کچھ دائرے ہوتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختلاف اختلاف ہو تو رحمت ہے، اختلاف جھگڑا اور مخالفت بن جائے تو رحمت نہیں رہتا۔ حکومت سے اختلاف ہو، فوج یا اسٹیبلشمنٹ سے اختلاف ہو تو اختلاف کے کچھ تقاضے ہیں۔ اختلاف کرنا ہر ایک کا حق ہے، لیکن قومی تنصیبات کو نقصان پہنچانا کسی کا حق نہیں ہے۔ بالخصوص جو ہمارے ریاستی ادارے ہیں ان سے کسی کو ہزار اختلاف ہوں لیکن اپنی فوج کو دنیا کی نظر میں بدنام کریں اس کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ گھر میں ماں بھی ہے، باپ بھی ہے۔ باپ سے آپ کو اختلاف ہو سکتا ہے آپ اختلاف کریں، لیکن باپ کو دنیا کے سامنے ذلیل کریں یہ درست نہیں۔ ماں سے آپ کو سو اختلاف ہوں گے لیکن ماں کو دنیا کے سامنے رسوا کریں گے تو اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ہمارے ریاستی ادارے ہمارے قومی ادارے ہیں، ہماری عزت اور ہمارا وقار ہیں۔ اختلاف کو اختلاف کی حد تک رکھیں۔ بہت غلط بات ہے کہ ہم اختلاف میں کسی ادارے کو نشانہ بنائیں۔ اس لیے جو گزشتہ دنوں ہوا ہے بہت غلط ہوا ہے اور ملک کے لیے بدنامی کا باعث ہے۔ اس سے ملک کی عزت مجروح ہوئی ہے اس لیے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اختلاف ضرور کریں لیکن قومی اور ریاستی اداروں کو ٹارگٹ نہ کریں اور قومی تنصیبات کو آگ لگا کر دشمن کو خوش نہ کریں۔ اس پر قرآن مجید سے ایک حوالہ عرض کرنا چاہوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے تو دیکھا کہ قوم گائے کی پرستش میں پڑ گئی ہے۔ آپؑ نے آکر اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کی داڑھی پکڑ لی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے اس پر یہ جملہ کہا بھائی جان! لا تشمت بی الاعداء میری داڑھی پکڑ کر دشمنوں کو خوش نہ کریں، ہمیں اس طرح دیکھ کر دشمن خوش ہوگا۔ میں بھی آج یہی بات عرض کروں گا کہ کوئی ایسی حرکت جس سے دشمن خوش ہو، قابل قبول نہیں بلکہ قابل برداشت بھی نہیں ہے۔ شماتتِ اعداء کا ذریعہ بننے والی ہر حرکت قابل مذمت ہے۔ اس لیے دشمن کو خوش نہ کریں بلکہ اپنے جھگڑے آپس میں رکھیں۔

> بیرونی دخل اندازی کو روکنے کے لیے متعلقہ حکومتوں کو خط لکھنا بھی ٹھیک ہے، مگر اصل کام قومی معیشت میں خود کفالت کا حصول اور ملکی نظام میں بیرونی مداخلت کو روکنے کا اہتمام ہے، ورنہ یہ دخل کاری محض مراسلوں سے رکنے والی نہیں ہے۔
>
> حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد فیاض خان سواتی

وفیات

(۱) جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ کا گزشتہ ماہ گوجرانوالہ میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نماز جنازہ جامعہ فتاح العلوم نوشہرہ سانسی گوجرانوالہ کے قبرستان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کی امامت میں اداء کی گئی، اور بعد ازاں ان کی میت تونسہ شریف روانہ کر دی گئی۔ ہم ان کے صاحبزادگان اور خاندان سے تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم مرحومہ کی آخرت کی جملہ منازل آسان فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(۲) شیخ العرب والعجم امام القراء حضرت قاری عبد المالک صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند محمد ناصر صاحب گزشتہ ماہ کراچی میں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نمازِ جنازہ جامع مسجد یاسین آباد کراچی میں اداء کی گئی۔ قاری عبد المالکؒ اوران کے بڑے بھائی قاری عبد الخالقؒ مصنف "تیسیر التجوید" دونوں بھائی فقیر کے صرف ایک درمیانی واسطہ کے تجوید وقراءت کے استاذ تھے، اور وہ درمیانی واسطہ استاذ الکل حضرت قاری محمد عبید اللہ اعوان مرجانویؒ کا ہے، جو ربع صدی سے زیادہ عرصہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تجوید وقراءت کے استاذ رہے ہیں۔ اللہ کریم مرحوم کی غلطیاں کوتاہیاں معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(۳) جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل اور ماہنامہ نصرۃ العلوم کے طابع مولانا عبد الرزاق خان ڈیروی کی والدہ اور قاری محمود الحسن مدرس شعبہ حفظ وناظرہ جامعہ نصرۃ العلوم اور عبد الرحمٰن خادم مطعم جامعہ نصرۃ العلوم کی دادی گزشتہ ماہ انتقال کر گئی ہے۔

(۴) شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ محمد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میاں صدیقی بھی گزشتہ ماہ انتقال فرما گئے ہیں۔

(۵) جامع مسجد نور کے قدیم نمازی اور عرصہ دراز تک اذانِ فجر دینے والے اور جامعہ نصرۃ العلوم کے قریب مسجد صدیقیہ المعروف چھوٹی مسجد کے منتظم جناب بشیر ڈار بھی گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ہیں۔

(۶) سید عرب شاہ شیرازی گزشتہ ماہ لاہور میں انتقال فرما گئے ہیں۔

ہم ان وفات پانے والے تمام خاندانوں سے تعزیت کرتے ہیں اور قارئین کرام سے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، اللہ کریم ان تمام کی غلطیوں، کوتاہیوں، لغزشوں اور خطاؤں کو درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب رقمطراز ہیں:

عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس وتصنیف کے اعلیٰ ترین ذوق کے ساتھ ساتھ خطابت کا ملکہ وسلیقہ بھی اسی درجہ میں عطا فرمایا تھا، وہ کم وبیش نصف صدی تک گوجرانوالہ شہر کی سب سے بڑی مسجد جامع مسجد نور میں جمعہ وعیدین کی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں اور شہر کا پڑھا لکھا طبقہ عام طور پر بڑی تعداد میں ان کے خطبات ودروس سے فیض یاب ہوتا رہا ہے، ان کے خطبات ''خطباتِ سواتی'' کے عنوان سے کئی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں جبکہ غیر مطبوعہ خطبات ''ماہنامہ نصرۃ العلوم'' میں تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع کافی عرصہ تک حضرت صوفی صاحبؒ کے خطباتِ جمعہ کا موضوع رہا ہے، ان کا مجموعہ ''تکمیل انسانیت کا علمی پروگرام اور امن چارٹر'' کے عنوان سے ان کے فرزند وجانشین مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی سلمہ نے مرتب کیا ہے، جو ایک سو سے زائد موضوعات کا احاطہ کرتا ہے، حضرت صوفی صاحبؒ کے خطابت کے علمی وفکری رنگ کی بطور خاص جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے اور اسے ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم محلّہ فاروق گنج گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔ (روزنامہ اسلام لاہور، ۲۱ اگست ۲۰۱۳ء)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احکام حج

مع زیارات مکة المکرمة و مدینة المنورہ

== تالیف ==

مولانا محمد فیاض خان سواتی

مہتمم جامعہ نصرة العلوم گوجرانوالہ

اس کتاب میں حج کی تمام اقسام، تمتع، افراد، قران اور بدل کے ضروری مسائل اور احکام قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تحریر کیے گئے ہیں، حج کی ادائیگی کا طریقہ نہایت سہل انداز میں سمجھانے کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزوں کو نقشوں کے ذریعے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موجودہ زیارات کا تاریخی پس منظر اور محل وقوع کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، اس لحاظ سے یہ کتاب حج بیت اللہ اور مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک بہترین علمی تحفہ ہے جو ان کیلئے سفر حج میں ایک اچھا راہنما ثابت ہو سکتی ہے۔

صفحات: ۱۲۸ قیمت: ۷۰

ناشر: ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرة العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com